ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار:- شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۲ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ
۳ جولائی ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ⊙ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا کی محبت

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکَلَۃُ اِلٰی قَصْعَتِھَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّۃٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَھَابَۃَ مِنْکُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَھْنَ قَالَ قَائِلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْوَھْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاھِیَۃُ الْمَوْتِ۔

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ - ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب قومیں تمہیں ختم کرنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جس طرح بھوکے مفت کے طعام کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کسی نے کہا کہ کیا قلت کی وجہ سے ہماری یہ حالت ہو جاتے گی فرمایا (نہیں) بلکہ اس زمانے میں تم تعداد میں تو بہت زیادہ ہو گے لیکن سیلاب کے جھاگ کیطرح تمہارا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالٰے تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہارا رعب اٹھا دے گا اور تمہارے دلوں میں وھن پیدا ہو جائے گا کسی نے کہا وھن کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " دنیا کی محبت اور موت سے کراہت "

پانچ گناہ

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا ظَھَرَ الْغُلُوْلُ فِیْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَی اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِیْ قَوْمٍ اِلَّا کَثُرَ فِیْھِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْھُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَکَمَ قَوْمٌ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِیْھِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَھْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَیْھِمُ الْعَدُوُّ۔

(رواہ مالک)

ترجمہ - ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس قوم میں بھی خیانت ظاہر ہو تو اللہ تعالٰے اس قوم کے دلوں میں بزدلی پیدا کر دیتا ہے اور جس قوم میں بھی زنا رواج تو اس قوم میں شرح اموات بڑھ جاتی ہے (بوجہ نسل کشی) اور جب کوئی قوم ماپ تول میں کمی کرنے لگ جاتی ہے تو اس سے خوشحالی چھینی جاتی ہے اور جو قوم بھی ناحق فیصلے کرنے لگ جاتی ہے تو اس میں کشت و خون راہ پا جاتا ہے اور جب کوئی قوم بد عہد ہو جاتی ہے تو اس پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔

خوشحالی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبِ نِ الْقُرَظِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ: اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطَّلَعَ عَلَیْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ مَا عَلَیْہِ اِلَّا بُرْدَۃٌ لَہٗ مَرْقُوْعَۃٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکٰی لِلَّذِیْ کَانَ فِیْہِ مِنَ النِّعْمَۃِ وَالَّذِیْ ھُوَ فِیْہِ الْیَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ بِکُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُکُمْ فِیْ حُلَّۃٍ وَرَاحَ فِیْ حُلَّۃٍ وَوُضِعَتْ بَیْنَ یَدَیْہِ صَحْفَۃٌ وَرُفِعَتْ اُخْرٰی وَسَتَرْتُمْ بُیُوْتَکُمْ کَمَا تُسْتَرُ الْکَعْبَۃُ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مِّنَّا الْیَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَۃِ وَنُکْفَی الْمُؤْنَۃَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرٌ مِّنْکُمْ یَوْمَئِذٍ۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ - محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت علیؓ سے سنا مجھے اس نے بیان کیا کہ ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے کہ اچانک مصعب بن عمیر تشریف لے آتے اور ان پر چمڑے سے پیوند کی ہوتی پرانی چادر کے سوا کچھ نہ تھا۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ان کی خوشحالی کے زمانے کو یاد کر کے رو پڑے اور فرمایا کہ جب تم صبح ایک پوشاک میں ہو گے اور شام کو دوسری پہنو گے اور جب قسم قسم کے کھانے یکے بعد دیگرے تمہارے سامنے رکھے جائیں گے اور جب تمہارے دروازوں پر پردے آویزاں کئے جائیں جیسا کہ بیت اللہ پر آویزاں کئے جاتے ہیں (تو اس وقت) تم اپنی نظروں میں کیسے ہو گے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم اس وقت آج سے بہتر حالت میں ہوں گے یکسو ہو کر عبادت کریں گے اور ہماری مشکلات حل ہو جائیں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں (ہرگز نہیں) تم آج اس حالت سے بہتر ہو۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے اس حدیث کا مفہوم یوں بیان کیا ہے ؎

دیں ہاتھ سے دیکر اگر آزاد ہو ملت!
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

وجہ عذاب

عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ اَوْ لَیُوْشِکَنَّ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِہٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّہٗ وَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ - حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے بن کر رہو گے یا پھر اللہ تعالٰی تم پر ایسا عذاب بھیجے گا کہ تم اس کو پکارو گے اور کچھ شنوائی نہ ہوگی۔

ابتلاء عام

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ الْعَامَّۃَ بِعَمَلِ خَاصَّۃٍ حَتّٰی یَرَوُا الْمُنْکَرَ بَیْنَ ظَھْرَانَیْھِمْ وَھُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّنْکِرُوْہُ وَلَا یُنْکِرُوْہُ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَذَّبَ اللّٰہُ الْخَاصَّۃَ وَالْعَامَّۃَ۔

ترجمہ - اللہ تعالٰی خاص لوگوں کے عمل کیوجہ سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا یہانتک کہ جب برائی پھیل جاتے اور لوگ روکنے پر قادر ہوتے ہوتے بھی نہ روکیں تو اللہ تعالٰی عام و خاص سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔

وضاحت

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ قَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ (یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ) فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا مُنْکَرًا فَلَمْ یُغَیِّرُوْہُ یُوْشِکُ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابِہٖ۔

(رواہ ابن ماجہ ترمذی)

ترجمہ - حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ لوگو تم یہ آیت پڑھا کرتے ہو کہ "اے ایمان والو! اپنے آپ کو بچاؤ جب تم خود ہدایت

باقی برصفحہ ۱۸

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
فون نمبر - ۶۷۵۴۵

ہفت روزہ

خدام الدین

سالانہ چندہ - ۱۱ روپے
ششماہی - ۶ روپے
سہ ماہی - ۳ روپے

جلد ۱۰ | ۲۲ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ مطابق ۳ جولائی ۱۹۶۴ء | شمارہ ۸

ملک کے داخلی اور خارجی دشمن

پاکستان جب سے معرض وجود میں آیا ہے اسے دو قسم کے دشمنوں سے پالا ہے۔ ایک اس کے اندرونی دشمن ہیں اور دوسرے بیرونی ——— اندرونی دشمنوں میں سرفہرست وہ ملازم ہیں جو پاکستان کے خزانہ سے بڑی بڑی تنخواہیں وصول کرتے ہیں لیکن اپنے مناصب اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کرتے۔ محض حاضری لگانے کے لئے دفاتر میں آتے ہیں اور کام نام کو بھی نہیں کرتے اس طرح یہ قومی و ملکی سرمائے اور وقت کے ضیاع کا باعث بنتے ہیں دوسرے نمبر پر وہ افسران ہیں جو کنبہ پروری، اقربا نوازی اور فرقہ پروری کا شکار ہیں اور اپنوں کو نوازنے کے لئے سب کچھ کر گزرتے ہیں ——— جہاں تک ہمارے تجربہ کا تعلق ہے اس طبقہ کے افراد کا نہ کوئی کردار ہے اور نہ یہ کسی اصول کے پابند ہیں ——— انہیں صرف اپنی کرسیوں کی حفاظت مطلوب ہے اور ہر چڑھتے سورج کی پوجا کرنا اپنا نصب العین حیات سمجھتے ہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ یہ لوگ کرسیوں اور اپنے مفاد کی خاطر سب روحانی و اخلاقی قدریں پامال کر کے رکھ دیتے ہیں ان کا اصول یہ ہے کہ جو پارٹی برسر اقتدار آئے اس کے ساتھ ہو جائیں اور جھوٹی سچی خوشامدوں سے اسے خوش رکھیں۔ حالانکہ سرکاری افسران و ملازمین کو اصولاً اور بنیادی طور پر پارٹی پالٹیکس (Politics) سے علیحدہ رہنا چاہئیے اور جو حکومت بھی برسر اقتدار ہو اس کی سچی وفاداری کرنی چاہئیے اور حکومت کی طرف سے تفویض کردہ ذمہ داریوں کو اپنے مفاد سے بالاتر ہو کر ایمانداری اور دیانتداری سے پورا کرنا چاہئیے لیکن پارٹی بازی اور سیاسیات کا شکار نہ ہونا چاہئیے ان کے بعد پاکستان کے اندرونی دشمنوں میں رشوت خور اور عوام سے بدسلوکی روا رکھنے والے سرکاری افسران کا نمبر آتا ہے جو حکومت اور عوام کے درمیان سچا رابطہ قائم نہیں ہونے دیتے اور عوام ان کی بدسلوکیوں سے تنگ آ کر اور بے انصافیوں کا شکار ہو کر حکومت کو کوسنے لگتے ہیں۔ نتیجۃً عوام کے دل سے ملکی حکمرانوں کی سچی قدر و منزلت نکل جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو محکوم محض سمجھنے لگتے ہیں اور یہ جذبات عوام کے دل میں محض ان بدکردار سرکاری ملازمین کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ حکومت رشوت کے انسداد کے لئے محکمے قائم کرتی ہے پوسٹر چھاپتی ہے رشوت خوروں کو ملک کے دشمن قرار دیتی ہے اور افسران و ملازمین کو عوام سے بہتر سلوک کرنے کی ہدایت کرتی ہے مگر پھر بھی ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ بے نیاز ہو کر اپنی من مانی کارروائیوں میں مشغول رہتے ہیں جس کی وجہ سے حکومت کا وقار لوگوں کی نظروں میں کم ہوتا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ حکومت کی طرف سے چھپے ہوئے پوسٹر "رشوت خور پاکستان کے دشمن ہیں" میز پر رکھے ہوتے ہیں یا دیوار پر چسپاں ہوتے ہیں لیکن ان کے سایہ میں بیٹھا ہوا ملازم رشوت سے مٹھی گرم کرتا ہوا نظر آتا ہے ہمارے خیال میں ان تمام برائیوں کا انسداد اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ لوگ مذہب سے وابستہ نہ ہو جائیں اور خدا کا خوف عوام و حکام کے دل میں پیدا نہ ہو۔ دوسری طرف حکومت کو بھی اس سلسلے میں بہت زیادہ مستعد ہونا چاہئیے اور سخت گیر پالیسی اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ اگر محض تقریروں کے بل بوتے پر اصلاح حال ہو سکتی تو پولیس اور فوج کی ضرورت نہ رہتی۔ حکومت کو چاہئیے کہ وہ محکمہ انسداد رشوت ستانی میں نیک اور پرہیزگار افسروں کو بھرتی کرے اور جن افسروں کے خلاف اس سلسلہ میں مقدمات قائم ہوں انہیں بلا رورعایت قرار واقعی سزا دے سرکاری ملازمین کے عیوب سے چشم پوشی بجائے خود ایک عیب ہے اور اس سے صورت حال بگڑتی ہے بنتی نہیں۔ ان کے علاوہ بلیک مارکیٹ کرنے والے، ذخیرہ اندوز، ناجائز نفع کمانے والے، خورد و نوش میں ملاوٹ کرنے والے اور عوام میں منافرت کے جذبات کو ہوا دینے والے بھی پاکستان کے بدترین اندرونی دشمن ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو ان کے ڈانڈے بھی سرکاری افسران و ملازمین سے ملے ہوتے ہیں۔ اگر انہیں کسی کی شہ نہ ہو اور انہیں علم ہو کہ جرم بے نقاب ہو جانے کے بعد ہمیں سخت سزا ملے گی تو یہ جرم سے باز آ جائیں یا کم از کم جرائم میں کمی ہو جائے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ یہ سب جرائم علی الاعلان ہوتے ہیں اور مجرموں کو علم ہوتا ہے کہ وہ ناجائز کمائے ہوئے سرمائے کا کچھ حصہ خرچ کر کے محکمہ احتساب کے ہاتھوں سے آزاد ہو جائیں گے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جرائم میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے اور اصلاح حال کی کوئی صورت کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی عوام ایسے ہی ملک دشمن عناصر کے ہاتھوں مشکلات میں ہیں۔ انہیں ہوشربا گرانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور کوئی چیز خالص میسر نہیں آتی جس کے نتیجہ میں لوگ طرح طرح کے امراض کا شکار ہو رہے ہیں اور قومی و ملکی سرمائے کا ضیاع ہو رہا ہے۔

بیرونی دشمنوں میں وہ قسم کے ممالک ہیں ایک وہ ممالک ہیں جو کھلم کھلا پاکستان کی مخالفت کر رہے ہیں ان ممالک میں نمبر اول بھارت کا ہے جو کشمیر اور نہری پانی کے ذریعہ پاکستان پر ضرب کاری لگا رہا ہے دوسرے وہ ممالک ہیں جو ہمارے حلیف ہونے کے باوجود ہمیں ہر طرح نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ دوست کا دوست دوست اور دوست کا دشمن دشمن ہوتا ہے، بھارت پاکستان کا خطرناک دشمن ہے ان کے حلیفوں کا بھارت کو ہر طرح کی امداد دینا پاکستان سے دوستی کے پردہ میں دشمنی نہیں تو اور کیا ہے اس زمرہ میں امریکہ اور برطانیہ شامل ہیں۔

اتنے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے باوجود پاکستان اگر زندہ ہے۔ تو یہ ایک معجزہ ہے اللہ تعالیٰ نے یہ سرزمین ہمیں اسلام کے نام پر عطا فرمائی تھی۔ وہی اب تک اس کی حفاظت کر رہا ہے اور آئندہ بھی وہی اس کا محافظ ہے۔ وہ اسے بیرونی دشمنوں سے بھی بچائے گا۔ اور اندرونی دشمنوں کی کوششیں بھی اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔ اندرونی دشمنوں سے ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ خدارا ذرا سوچیئے کہ آئندہ نسلیں آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گی ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ آپ کے متعلق اچھی رائے کا اظہار نہ کریں گی۔

خطبہ یوم الجمعۃ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۶۰ء عیسوی

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْد

میں عموماً مردوں اور عورتوں سے یہی کہا کرتا ہوں کہ جمعہ کا خطبہ تبرکاً آپ کی خدمت میں پیش نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اصلاح حال کے لئے ہوتا ہے صرف ثواب نہ سمجھا کیجئے۔ بلکہ اصلاح حال کے لئے سنا کیجئے۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کرتا ہوں۔ میں تو صرف کتاب وسنت کا ترجمان ہوں۔ مرد یا عورت۔ جو بھی خطبہ سن کر اس پر عمل کرے گا یا کرے گی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔ وہ مردوں کو بھی بخش دے گا اور عورتوں کو بھی بخش دے گا اور جنت میں داخل کریگا۔

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم اور رُوح۔ رُوح جسم سے ملا ہُوا ہے تو انسان زندہ کہلاتا ہے۔ جسم کی راحت اور رنج کے اسباب اور ہیں اور روح کے اور ہیں۔ جسم کی بیماریاں اور ہیں اور رُوح کی اور ہیں۔ جسم کی بیماریوں سے شفایابی صحت ہے اور روحانی امراض سے شفایابی کا نتیجہ داخلہ جنّت ہے۔ جسم کی بیماری یا صحت قبر تک ہے۔ اور اگر خدانخواستہ روحانی صحت بگڑ جائے تو اس کا انجام دوزخ ہے۔

اگر آپ میری معروضات کو قبول کریں گے اور عملی جامہ پہنائیں گے۔ تو قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ میرا مقصد ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ میرے مخاطب مرد ہوں یا عورت سب کو اللہ تعالےٰ روحانی صحت نصیب فرمائے۔ میری زندگی کا نصب العین یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جمعہ ثواب بھی ہے اور عذاب بھی۔ جمعہ متبرک ہوگا اور جمعہ گناہ معاف کراتا ہے۔ اگر جمعہ اللہ تعالےٰ کے ہاں قبول ہوا تو قبر جنت کا باغ بن جائے گی اور اگر خدانخواستہ جمعہ قبول نہ ہُوا تو قبر دوزخ کا گڑھا بن جائے گی اور اس چیز کا پتہ تب لگے گا جب مر کر قبر میں جائیں گے روحانی صحت ٹھیک ہے تو خوشحال ہے اور اگر روحانی صحت ٹھیک نہیں ہے تو بدحال ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین۔ آج کی معروضات کا عنوان یہ ہے۔

گُم گشتگانِ راہِ ہدایت ہوش میں آئیں
میری معروضات (اور) کان لگا کر سُنیں

آج کل دنیا داروں میں ایک آسودہ حال طبقہ علمائے کرام کی توہین کے درپے ہے اور اُن کی راہنمائی جو کتاب وسنتہ پر مبنی ہوتی ہے۔ اسے ملّانوں کی باتیں کہہ کر یا ملّا ازم کہہ کر جان چھڑا لیتا ہے۔

کتاب وسنتہ

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی چلی آتی ہیں۔ ان کتاب وسنتہ کے احکام کی ترجمانی کرکے تمہیں سنانے والوں کی توہین کرنے والو۔ یہ روحانی بیماری آج کل کی پیدا شدہ نہیں ہے۔ جس میں مبتلا ہو۔ بلکہ یہ بیماری بلحاظ اطلاع خدا تعالےٰ کے ہزارہا برس سے چلی آرہی ہے۔

گوش ہوش سے سنو

سورۃ الذاریٰت ع ۳ پ ۲۷ میں ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ کَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۞ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ ۔

ترجمہ۔ اسی طرح ان سے پہلوں کے پاس جب کبھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے یہی کہا کہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ کیا ایک دوسرے سے یہی کہہ کر مرے تھے (کہ یہ پچھلے پہلوں کی وصیت پر عمل کر رہے ہیں) نہیں وہ خود ہی سرکش ہیں۔

میرے زمانے کے گُم گشتگانِ راہ ہدائیت

بھائیو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبر تو کوئی نہیں آئے گا۔ البتہ آپ کی امّت میں سے علمائے کرام ہی پیغام کتاب وسنتہ ہاتھ میں لے کر تمہاری راہ نمائی کے لئے میدان میں آئیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حضرات کے سپرد اپنا علم کر گئے ہیں۔ فرمان نبوی ملاحظہ فرمائیے۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَنْبِيَاءُ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ

ترجمہ۔ عالم ہی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام درہم اور دینار ان کے لئے نہیں چھوڑ گئے۔ بلکہ سوائے اس کے نہیں کہ وہ علم جو خدا تعالےٰ سے انبیاء علیہم السلام نے پایا تھا۔ اس علم کے حامل علماء کرام ہی ہیں۔

لہٰذا

اس دین کی اشاعت کے باعث جو ناعاقبت اندیش ان انبیاء علیہم السلام کو ساحر یا مجنون کہا کرتے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے ایک ناعاقبت اندیش طبقہ ان حضرات علماء کرام کو جو کتاب وسنتہ والے پیغام کے حامل ہیں۔ انہیں توہین آمیز لفظوں سے یاد کرتا ہے۔ یہ ملانوں کی باتیں ہیں۔ یا یہ تو ملا ازم ہی ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے یہ ناعاقبت اندیش طبقہ مسلمانوں کا سمجھتا ہے کہ میں نے ان کا مذاق اڑا کر اپنی جان چھڑا لی ہے نہیں نہیں۔

بلکہ

وہ علماء کرام کامیاب ہوگئے۔ کیونکہ تم قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے روبرو یہ نہیں کہہ سکو گے کہ اے اللہ ہمارے زمانہ میں تو تیرا کوئی بندہ تیری طرف سے پیغام حق پہنچانے والا آیا ہی نہیں تھا۔

کوئی بعید نہیں

کہ اللہ تعالےٰ اپنے اوپر سے ان کے الزام کو رفع کرنے کے لئے انہیں حضرات علماء کرام کا نام لے لے۔ کہ کیا فلاں عالم تمہارے زمانہ میں تمہارے پاس میرا پیغام حق لے کر آیا تھا یا نہیں۔ یہی مضمون قریب قریب حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مترجم قرآن شریف میں سورہ نساء کے ساتویں رکوع کے حاشیہ پہ تحریر فرمایا ہے۔

اے ناعاقبت اندیش گروہ

تمہیں معلوم ہے کہ علماء کرام کے مبارک وعظوں سے جو کتاب وسنتہ پر مبنی ہوں تم پر اتمام حجۃ ہو رہا ہے۔ حق گو علماء کرام اللہ تعالیٰ کی ذات منبع برکات کو تمہارے اعتراضات سے بری کر رہے ہیں۔ تاکہ تم قیامت کے دن لاعلمی کا عذر نہ کر سکو۔

حق گو علماء کرام یہی تو فرماتے ہیں۔

کہ اے اللہ کے بندو شرک اور کفر اور نفاق سے توبہ کرو۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ اور حج (جس پر فرض ہو جائے) تو ادا کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔ کیونکہ آپ ہی کو انسانوں کے لئے نمونہ بنا کر پیش کیا ہے۔ ارشاد خداوندی قرآن مجید میں موجود ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

باقی بر صفحہ ۱۵

محاسبۂ اعمال

میاں غلام حسین، قلعہ گوجر سنگھ ـــــ لاہور

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(پارہ ۲۸ سورہ الحشر آیت ۱۸-۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور ان کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ پھر اللہ نے بھی انہیں ایسا کر دیا کہ وہ اپنے آپ ہی کو بھول گئے یہی لوگ نافرمان ہیں۔

انسانی سعادت کے دو حصے ہیں پہلا قوت نظریہ کی تکمیل، جہالت کے ظلمات سے نجات پانا اور علم کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی صفات و ذات اور دیگر امور ضروریہ کا حقیقی طور پر یقین کرنا اور توہمات و تخیلات باطلہ کی دلدل سے نکل جانا۔ اس کو شرع میں ایمان کہتے ہیں اور جن کو یہ صفت حاصل ہو جائے ان کو ایماندار کہتے ہیں۔ ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے اور اپنے نتائج اعمال کے خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایمان کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا کیونکہ وہ ایک باغی اور سرکش انسان کا عمل ہے۔ وہ رضائے الٰہی کے لئے کوئی کام نہیں کرتا۔ دنیوی اعتبار سے خواہ اس کا کام کتنا ہی مفید اور نفع بخش کیوں نہ ہو۔ اخروی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ایمان سینے میں موجود ہو تو تھوڑا عمل بھی بسا اوقات اخلاص کی بدولت شایان کرم قرار پاتا ہے اور ایمان کے بغیر اعمال کی بہتات بھی بندہ کو اللہ تعالیٰ کی نوازشوں سے محروم کر دیتی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں ایمان کو عمل پر مقدم رکھا گیا ہے اور جہاں کہیں بھی اعمال حسنہ کی دعوت دی گئی ہے ایمان کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ تمام انبیا علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں پہلے ایمان کی دعوت دیتے رہے اور پھر اعمال کی طرف بلاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈر کر طاعات اور نیکیوں کا ذخیرہ فراہم کرو اور سوچو کہ کل کے لئے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے جو مرنے کے بعد وہاں پہنچ کر تمہارے کام آئے۔ تقویٰ ہے اللہ سے ڈر کر عمدہ اور کارآمد وسائل سعادت حاصل کرنا اور مضرات سے بچنے کا نام ہے تقویٰ تمام حسنات اور حصول سعادت ابدی کا اصل الاصول ہے۔

دوسرا حصہ سعادت کا اصلاح عمل و تہذیب اخلاق ظاہری و باطنی ہے۔ ہر شخص کو خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو، ادنیٰ ہو یا اعلیٰ، امیر ہو یا غریب سب کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دیکھے کہ کل کے لئے یعنی آخرت کے لئے کیا جمع کر کے بھیجا ہے جہاں سدا رہنا ہے یاد رکھو تمہارا کوئی کام اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے وہ تمہارے ظاہر و باطن کے ایک ایک گوشہ کی حقیقتوں سے واقف ہے وہ سمیع و بصیر اور علیم و خبیر ہے اور تمہارے ہر قول و فعل سے باخبر ہے۔ وہ تمہارے دل میں پیدا ہونے والے جذبات و کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ ایسی ذات سے نہ کوئی ظاہری عمل چھپ سکتا ہے اور نہ ہی باطنی احوال اور کیفیات۔ قیامت کے دن تمہارے سارے اعمال متشکل ہو کر سامنے آجائیں گے ان کی نشان دہی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی جن اعضا سے تم یہ اعمال کرتے رہتے ہو وہ سب گواہی دیں گے۔ قیامت کے دن ہر مستور آشکارا ہو جائے گا اور ہر چھپی ہوئی حقیقت بے حجاب ہو کر سامنے آجائے گی اور ہر انسان کو اپنے اعمال کی جزاو سزا مل کر رہے گی۔ عمل کوئی بھی ہو، ضائع نہیں ہوتا نیک ہو یا بد، اچھا ہو یا برا۔ رنج و راحت دنیا میں بھی اور عقبیٰ میں بھی انہی اعمال کے مختلف مظاہر ہیں جیسے اعمال ہوں گے ویسی ہی جزا متشکل ہو کر انسان کے سامنے آجائے گی۔ وہی سامنے آئے گا جو کسب کیا ہو گا۔

جب انسان کو یہ یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ہے اور اس کے ہر عمل سے واقف ہے تو وہ اپنی کوشش اور اخلاص میں ضرور سرگرمی دکھائے گا اور معاصی سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ جو لوگ سفر اختیار کرنے سے پہلے ضروریات زندگی کا سامان فراہم کر لیتے ہیں ان کا سفر آسانی سے کٹ جاتا ہے۔ دنیا کے مسافر کو دنیوی ساز و سامان کی ضرورت پڑتی ہے اور آخرت کی منزل پر پہنچنے کے لئے اعمال صالح کی ضرورت ہوتی ہے۔ آخرت کے لئے حسنات کا جو اثاثہ فراہم کیا جاتا ہے وہ دنیا کے سفر کو بھی آسان بنا دیتا ہے اور عقبیٰ میں بھی تسکین کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ دنیا کے مسافر کو سفر میں خواہ کتنی ہی آسائشیں کیوں نہ میسر ہوں۔ منزل پر پہنچ کر اگر اسے سکون میسر نہ ہو تو سفر کی آسائش کوئی حقیقت نہیں رکھتی عقبیٰ کی منزل میں کام آنے والی چیز اعمال صالح ہیں جو مسافر اعمال حسنہ کی پونجی لے کر عقبیٰ کے پہلے دروازے یعنی قبر میں داخل ہوں گے ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

یاد رکھو! ایک نہ ایک دن جلدی یا بدیر ہر ایک کو اس احکم الحاکمین کے دربار میں پیش ہونا پڑے گا، اور اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ ہر آدمی جو کوشش کرتا ہے اس کا بدلہ اس کو ملے گا کسی دوسرے کی نیکیاں اس کے کام نہ آئیں گی قیامت کے دن ہر ایک کی سعی اور کوشش اس کے سامنے رکھ دی جائے گی اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا کسی کی حق تلفی نہ ہو گی۔ فرضی جرائم پر سزا نہ دی جائے گی۔ سزا ان جرائم پر دی جائے گی جن کو انسان خود بھی تسلیم کرے گا اور کسی کی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی ضائع ہو گی۔ قیامت کے دن ہر شخص اپنی نجات کے لئے ہاتھ پاؤں مارے گا لیکن اس دن کی جدوجہد کسی کام نہ آئے گی۔ ہر شخص کو اس کے مناسب اعمال جزا و سزا دی جائے گی اس لئے جب تک یہ سانس چلتا ہے سوچو کہ آخرت کے لئے کیا سرمایہ جمع کیا ہے دنیا اور لذات دنیا کو مقصود حیات نہ بناؤ۔ ہر کام میں رضائے الٰہی کو مدنظر رکھو۔ دنیوی نقصان کے لئے انسان کی آنکھیں دریا بہانے لگتی ہیں لیکن دینی نقصان پر آنکھیں غمناک ہونا تو درکنار پلکوں پر ایک آنسو بھی نہیں جھلملاتا۔ ایسی بے حسی پر جتنا بھی رویا جائے کم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اخروی سعادت سے محرومی پر ماتم کیا کرتے تھے اور روتے روتے ان کا برا حال ہو جایا کرتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال تولے جائیں تم اپنے اعمال کا خود وزن کر کے دیکھ لو ــــ ابن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے ایک دن انہوں نے اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس نکلی اور دنوں کا حساب کیا تو اکیس ہزار نو سو دن بنے۔ فرمانے لگے اگر ہر روز ایک گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہو تو اکیس ہزار نو سو گناہ ہوئے بھلا اتنے گناہوں سے میرا چھٹکارا کیسے ہو گا اور اگر کوئی دن ایسا بھی ہو جس میں ہزاروں گناہ سرزد ہوئے ہوں تو پھر میرا ٹھکانہ کہاں ہو گا؟ یہ کہہ کر نعرہ مارا اور گر پڑے جب لوگوں نے دیکھا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی ــــ ایک ہم ہیں کہ کبھی اپنے گناہوں کا اندازہ ہی نہیں لگاتے۔ اگر ہر آدمی اپنے ہر گناہ پر اپنے گھر میں ایک پتھر ڈالتا جائے تو وہ گھر پتھروں سے بھر جائے۔ اگر انسان کبھی غفلت کے ساتھ چند بار سبحان اللہ اور الحمد للہ پڑھ لے تو ہاتھ میں تسبیح لے کر پڑھتا ہے اور فخر کرتا ہے

ہیں نے سو دفعہ فلاں ذکر کیا لیکن سارے دن میں جو گناہ کرتا ہے اور بے ہودہ بکواس کرتا ہے وہ کبھی شمار نہیں کرتا اور نہ اس مقصد کے لئے کوئی مہرہ ہاتھ میں لیتا ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ دن میں کتنے برے کام کئے ہیں۔ اللہ کا نام گن گن کر لیا جاتا ہے اور گناہ ان گنت کئے جاتے ہیں اور پھر امید بھی رکھی جاتی ہے کہ نیکیوں کا پلہ جھک جائے گا۔ اس سے بڑھ کر بے عقلی اور اندھاپن کیا ہو سکتا ہے۔ اس لئے اپنے اعمال کا حساب کر لو، پیشتر اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ اور جاگو پیشتر اس کے کہ تم کو زبردستی جگایا جائے۔ اس چند روزہ زندگی کو غنیمت جانو اور آخرت کے لئے سرمایہ جمع کرنے کی کوشش کرو۔ صبح و شام اپنے اعمال کا محاسبہ کیا کرو ورنہ قیامت کے جب تمہارا اعمال نامہ سامنے رکھا جائے گا تو اس وقت پچھتانا پڑے گا لیکن وہاں کا پچھتانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔

ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے اور اس چند روزہ زندگی کے شہوات اور لذات میں ایسے محو ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔ پھر دار الآخرت کی یاد وہاں جانے کا خیال کیسے آسکتا تھا؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا یعنی سعادت و حیات جاودانی سے محروم کر دیا۔ انہوں نے حقوق اللہ کو فراموش کر دیا اور اس کی یاد سے غفلت اور بے پرواہی برتی۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان کو ان کی جانوں سے غافل کر دیا تاکہ آنے والی آفات سے اپنے بچاؤ کی فکر نہ کر سکیں اور نافرمانیوں میں غرق ہو کر دائمی خسارے اور ابدی ہلاکت میں پڑے رہیں۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کو فراموش کرنے سے زیادہ بدتر گناہ اور کوئی نہیں ہے۔ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی تم نے خدا کو آزردہ کیا تو تمہیں لازم ہے کہ باقی ساری عمر اس کی معذرت میں روتے رہو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ معاف بھی کر دے تب بھی یہ حسرت کا داغ نہ مٹے گا کہ ہائے میں نے ایسے خدائے ذوالجلال کو کیوں آزردہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ۝

(پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۴)

ترجمہ: کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کرتا ہے۔ پھر تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ ٹھیک راہ پر کون ہے۔

ہر انسان کافر ہو یا مومن اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے۔ اپنی اپنی طبیعت اور مذہب پر چلتا ہے اور اسی میں مگن رہتا ہے لیکن کسی شخص کا عمل اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے باہر نہیں ہو سکتا وہ ہر ایک کے طریق عمل اور حرکات و سکنات کو برابر دیکھ رہا ہے اور یہ بھی بخوبی جانتا ہے کہ کون سیدھے رستے پر چل رہا ہے اور کس میں کس قدر کج روی اور کج روی ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اس کے اعمال کے موافق برتاؤ کرے گا۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

(پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۴)

ترجمہ۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو، اس کو دیکھتا ہے۔

ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے اور سب کے حالات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی تم سے غائب نہیں۔ جہاں کہیں بھی تم ہو اور جس حال میں ہو وہ خوب جانتا ہے اور تمام کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے۔ ہر ایک کا اچھا یا برا عمل خدا کے علم میں ہے اسی کے موافق ہر ایک کو بدلہ ملے گا۔ نیکی کے بدلہ میں کمی اور بدی کے مقابلہ میں زیادتی نہ ہو گی۔

اعمال لکھے جاتے ہیں

(۱) أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ۝

(پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۸۰)

ترجمہ: کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کا بھید اور مشورہ نہیں سنتے۔ کیوں نہیں؟ اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے بھید جانتے ہیں اور ان کے خفیہ مشورے بھی سنتے ہیں اور ان کے سب حالات سے پوری طرح آگاہ ہیں ہر آدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرشتے (کراماً کاتبین) رہتے ہیں جو اس کے اعمال و افعال لکھتے رہتے ہیں۔ یہ ساری مسل قیامت کے دن پیش ہو گی۔

(۲) وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝

(پارہ ۳۰ سورۃ الانفطار آیت ۱۰، ۱۲)

ترجمہ۔ اور بیشک تم پر محافظ ہیں عزت والے اعمال لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر محافظ مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی ہر نقل و حرکت سے آگاہ ہیں اور وہ نہ خیانت کرتے ہیں نہ کوئی عمل لکھے بغیر چھوڑتے ہیں نہ ان سے تمہارے اعمال پوشیدہ ہیں۔ جب سب اعمال اس اہتمام سے لکھے جا رہے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یوں ہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً ہر شخص کے اعمال اس کے آگے آئیں گے اور ان کا اچھا یا برا پھل چکھنا پڑے گا۔

(۳) إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝

(پارہ ۲۶ سورۃ ق۔ آیت ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: جب کہ ضبط کرنے والے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے ضبط کرتے جاتے ہیں۔ وہ منہ سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک ہوشیار محافظ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو محافظ انسان کے دائیں بائیں بیٹھے رہتے ہیں۔ جو بولتا ہے فوراً لکھ لیتے ہیں۔ نیکی داہنے والا اور بدی بائیں والا لکھ لیتا ہے۔ جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ بھی لکھ لیتے ہیں اور جو پیچھے چھوڑا ہے، وہ بھی، یہی لکھے ہوئے دفتر قیامت کے دن کتاب ناطق یعنی بولتی ہوئی کتاب ہوں گے جو کام انسان نے دنیا میں کئے تھے یہ کتاب ٹھیک ٹھیک بتلا دے گی۔ ذرہ بھر کمی بیشی نہ ہو گی۔ فرشتوں کی لکھی ہوئی یہ رپورٹ قیامت کے دن انسان کے سامنے پیش کر دی جائے گی اور اسی کی بنا پر انسان کو اچھے یا برے اعمال کی جزا اور سزا دی جائے گی۔

(۴) وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝

(پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۳، ۱۴)

ترجمہ:۔ اور ہم نے ہر آدمی کا نامہ اعمال اس کی گردن کے ساتھ لگا دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا نامہ اعمال نکال کر سامنے کر دیں گے۔ اپنا نامہ اعمال پڑھ لے آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے۔ عرب میں لوگ ہر کام کا نیک و بد انجام طائر یعنی پرندوں کی پرواز سے معلوم کرتے تھے۔ اگر دائیں طرف سے اڑتا تو خیر اور بائیں طرف سے اڑتا تو شر وغیرہ۔ پھر جب اس کا استعمال زیادہ ہوا تو ہر خیر و شر کو طائر کہنے لگے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک آدمی کا عمل نیک ہو یا بد اس کی گردن میں باندھ دیا گیا ہے جو کچھ وہ کرتا ہے اس کے ساتھ لازم ہو رہا ہے۔ یا جو کچھ نیکی و بدی

باقی برصفحہ ۱۷

ارشاداتِ مجلسِ ذکر

از حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

ع- نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

محمد مقبول عالم بی اے، لاہور

۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء جمعرات

اللہ کے نام کا ذکر

کئی ایسے دوست ہیں - جو دو سال تین سال کے بعد اب پوچھتے ہیں - کہ کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس سے اطمینانِ قلب ہو - نماز میں لطف آئے - حالانکہ انہیں اللہ کا نام سکھایا ہوا ہے - اور اسی نام میں سب کچھ ہے - لیکن اسے نعوذ باللہ معمولی سمجھتے ہیں - اس لئے کسی بڑے وظیفہ کی خواہش کرتے ہیں - یاد رکھو - اللہ کا نام اسم اعظم ہے - اسی میں سب کچھ ہے - اور اسی کے ذکر سے کمالات حاصل ہوتے ہیں - لیکن جیسے بتایا ہوا ہے ویسے کرتے نہیں - اور پھر شکایت کرتے ہیں - کہ اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہوتا - اور ذکر وظائف پوچھتے ہیں - یہ معمولی وظیفہ نہیں ہے - طبیب امیر کو تو نسخہ ایک ہزار روپیہ میں بنا کر دیتا ہے لیکن غریب کو چار پیسے والا نسخہ دیتا ہے - امیر کو چار پیسے والا دیا جائے تو وہ اس کی قدر نہیں کر سکتا - یہی حال تمہارا ہے - تم اللہ کے نام کو معمولی سمجھتے ہو حالانکہ اس سے وہ کمالات حاصل ہو سکتے ہیں - کہ میں ان کا ذکر کرنا نہیں چاہتا - کیونکہ تم پھر اللہ کی خاطر یعنی ان کمالات کی خاطر ذکر کرو گے - اخلاص نہیں رہے گا - جب آدمی بادشاہی مسجد کے مینار پر چڑھ جائے - تو شاہدرہ بھی نظر آجاتا ہے - مزنگ بھی اور نواں کوٹ بھی - اسی طرح جب تم اللہ کے ذکر کی برکت سے اوپر چڑھو گے - تو پھر سب کچھ خود بخود نظر آجائے گا - بتانے کی کیا ضرورت ہے - لیکن وہ مقصود بالذات نہیں ہے -

ایک دوست ہے - جو لطیفہ قلبی ہی پر ہے - وہ کہتا ہے - کہ مسجد میں بیٹھ کر فقط اللہ کا ذکر کرتا ہوں اور جب قرآن شریف ہاتھ میں ہوں - تو حروف چمکدار نظر آتے ہیں - کوئی حرف سیاہ نظر نہیں آتا -

بعض دوست کہتے ہیں - کہ ذکر کے لیئے وقت نہیں ملتا - یہ محض بہانہ ہے اغوائے نفس ہے - کھانا کھانے کے لیئے وقت ہے - دفتر اور دکان پر جانے کے لئے وقت ہے، بیوی سے باتیں کرنے کے لئے وقت ہے - اگر وقت نہیں تو ذکر کے لئے نہیں - بات یہ ہے کہ آپ نے ذکر کو اپنی زندگی کا ضروری کام بنایا ہی نہیں - وقت ملا تو کر لیا، نہ ملا تو نہ کیا - آپ اسے اپنی زندگی کا سب سے اہم کام قرار دیں - اگر نفس سستی کرے - اور کھانا کھانے کے بعد ذکر کی طرف مائل نہ ہو - تو اسے کھانا بعد میں کھلائیں - پہلے ایک دو ہزار مرتبہ اللہ کا ذکر کر لیں - رات دن کو ذکر کریں یا رات کو ذکر کریں لیکن اگر سحور کے وقت ذکر کریں گے - تو زیادہ منافع مل سکتے ہیں -

۲۲ر جنوری ۱۹۴۸ء

دنیا کی زندگی اور ذکر الٰہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
کُنْ فِی الدُّنیا کَاَنَّکَ غَرِیبٌ اَوْ کَعَابِرِ السَّبِیلِ

راوی کو شک ہے - غریب کہا یا عابر سبیل دونوں کے معنی ایک ہیں - یعنی دنیا میں اس طرح رہو - جیسے مسافر - مسافر کا خیال منزل میں ہوتا ہے - راستے میں کہیں رات آجائے تو وہاں رات بسر کرتا ہے - اور جن کے ساتھ رات بسر کرتا ہے - ان سے باتیں بھی کرتا ہے اور ان سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے - لیکن دل نہ مکان کو دیتا ہے - نہ مکین کو - دل منزل ہی میں ہوتا ہے - اسی طرح دنیا مسافر خانہ ہے - دنیا کی کسی چیز کو دل نہیں دینا چاہیئے - بظاہر تعلق سب کے ساتھ ہوگا - لیکن دل اللہ کے ساتھ ہوگا -

پھر سفر میں ساز و سامان جمع نہیں کیا جاتا - عیش و عشرت کا خیال نہیں ہوتا اسی طرح دنیا میں رہتے ہوئے بھی ساز و سامان سے محبت نہیں کرنی چاہیئے - اور عیش و عشرت میں نہیں پڑنا چاہیئے -

بعض لوگ آتے ہیں - اور شکایت کرتے ہیں - کہ دل مطمئن نہیں ہوتا - کوئی وظیفہ بتائیں حالانکہ اللہ کا نام انہیں بتایا ہوا ہے - اس میں سب کچھ ہے - اسے کرتے نہیں - خواجہ نذیر احمد صاحب سرگودھا گئے - وہاں اپنی جماعت کے لوگ ہیں - لیکن وہ دنیا کے کاروبار کی وجہ سے جماعت میں آتے جاتے نہیں - خواجہ صاحب نے انہیں مثال دی - کہ تمہاری مثال ایسے ہے جیسے کوئی سینما کا ٹکٹ لے لے - اور اندر نہ جائے - جب تک اندر نہ جاؤ گے - کیا پتہ کہ اندر کیا ہو رہا ہے - بیعت کا تعلق تو ہے - لیکن یہ پتہ نہیں کہ اللہ کے ذکر میں کیا لذت ہے اور کیا سرور ہے -

کشائش رزق کے لئے ہی چار چیزیں بتایا کرتا ہوں - یہ کرو - رزق میں برکت ہو جائے گی

۱- نماز باجماعت اپنے وقت پر ادا کرو -
۲- دو تسبیح استغفار کی دن رات میں پڑھو -
۳- تین تسبیح درود شریف کی پڑھو -
۴- خلقِ خدا کو جہاں تک ہو سکے نہ ستاؤ -

میں نے بعض کو استغفار اور درود سکھایا ہوا ہے - جنہیں نہیں سکھایا - انہیں بھی اجازت دیتا ہوں - کہ ۲۴ گھنٹوں میں دو تسبیح استغفار کی اور تین تسبیح اس درود شریف کی پڑھا کریں -

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ -

ذکر رات کو کسی علیحدہ جگہ بیٹھ کر اندھیرے میں کرنا چاہیئے - پھر لطف آتا ہے - بیوی بچوں میں لطف نہیں آتا - ان کا عکس طبیعت پر پڑتا ہے - اس لئے علیحدہ بیٹھنا چاہیئے -

۲۹ر جنوری ۱۹۴۹ء جمعرات

اللہ کے نام کی تاثیر

اللہ تعالےٰ کے نام کی تاثیر ہے - جیسے کہ ہر شے میں تاثیر ہے - اللہ تعالےٰ کے نام کی پہلی تاثیر یہ ہے - کہ انقطاع عن الخلق اور جذب الی اللہ حاصل ہوتا ہے - لیکن اس کے لیے کچھ شرائط ہیں - پہلی شرط یہ ہے اکل حلال دوسری صدقِ مقال ہے - تیسری شرط اللہ والوں کی صحبت ہے اور چوتھی ہادی کی دعا ہے پھر وہ تاثیر پیدا ہوتی ہے -

اللہ کا نام بکثرت لینے سے انقلاب آتا ہے -

انقلاب شروع ہی سے آنے لگ جاتا ہے - لیکن محسوس نہیں ہوتا - جیسے لوہا آگ میں رکھا جائے - تو حرارت کا اثر ہر آن اُس میں داخل

باقی بر صفحہ ۱۲

(۶)

سورۃ الصّف (پ)

امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ: غازی خدا بخش اچھروی و شیخ بشیر احمد بی اے بمن آبادی

حضرت مسیحؑ کا نمونہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے ایک مرکزی قطعہ زمین پر نمونہ قائم کر دیا اسے ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے وہی طریقہ استعمال کرنا پڑے گا جو حضرت مسیحؑ نے حوارین کے ذریعے سے قائم کیا۔

(۱) بین الاقوامی مرکز

حوارین کو مسیحؑ کا دیا ہوا پروگرام یہ تھا کہ وہ مسیحؑ کا پیام دنیا کی قوموں میں منتشر کریں۔ ناقوسوں میں اس پیام کی اشاعت کے بعد ایک جماعت تو ایسی پیدا ہو جائے گی جو اسے ماننے کی اور ایک مخالف جماعت پیدا ہو جائے گی۔ اس قوم کی ماننے والی جماعت اپنی مخالف جماعت کو شکست دیتی رہے گی اس طرح یہ قانون دنیا بھر میں پھیل جائے گا۔

اسی طرح قرآن کا غلبہ دنیا میں متحقق کرنے کے لئے اگر ایک مرکزی عظیم الشان شاہانہ قوت پیدا ہو جائے اور اس کی پشت پر بہت بڑی فوجی طاقت ہونی چاہئے، جو انٹرنیشنل غلبہ حاصل کر سکے مگر اس میں دقت یہ ہے کہ جس مرکز میں اتنی اعلیٰ فوجی طاقت پیدا کی جائے گی، وہ خود اصلی قاعدہ چھوڑ بیٹھے گا۔ اور اپنا تغلب جمائے گا۔ اس طرح اس کے اندر "ہدیٰ" کا درجہ قائم ہی نہ ہو گا کہ اس کے ساتھ اپنا ربط قائم رکھ سکے وہ اپنے مخالفوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی قوت جمع کرے گا۔ چاہے وہ جائز ذرائع سے جمع ہو یا غیر جائز ذرائع سے۔ یہ بات تجربوں سے ثابت ہو چکی ہے

(۲) ہر ایک قوم میں مرکزِ ہدایت

اس کے برخلاف دوسرا طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ قوم میں اپنا اپنا مرکزِ ہدایت قائم کیا جائے۔ اس قوم کو قومی زبان کی تعلیم دے کر قومی مرکز قائم کر دیا جائے۔ وہ اپنی قوم کے مرکز پہ غالب آجائے اس کے لئے بہت زیادہ فوجی قوت کی ضرورت نہ ہو گی جیسے پہلی صورت میں ضروری تھی۔ چونکہ یہ قومیں ایک ہی پروگرام پر قائم ہو چکی ہیں وہ باہمی مشورے کے لئے ایک مرکز بنا سکتی ہیں۔ اس کے لئے حج کی تحریک بہت کام دے سکتی ہے۔ تمام قوموں کے مسلمان وہاں مل کر بین الاقوامی اجتماع بنا لیں گے۔ اس میں زیادہ تر قوت تعلیم اور ہدایت کی ہو گی۔ جہاں لوگ حج کے لئے جمع ہوں وہ جنگ کا مرکز نہیں ہے وہ فقط خدا یاد کرنے اور صحیح علم پھیلانے کا اجتماعی مرکز ہے۔ فوجی قوت ہر ایک قوم اپنے اپنے گھر کے مخالفوں سے نپٹنے کے لئے اپنے گھر میں جمع کرے گی۔

مرکزی فوجی طاقت کا نقصان

یہ وہ فکر ہے جو ہم آج کل کی انٹرنیشنلسٹ جماعتوں سے سمجھ سکے ہیں۔ ہمارے خیال میں حج کی تحریک اور جہاد کے قومی پروگرام اس فکر کو پورا کرتے ہیں مگر ہماری تاریخ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ جہاں فوجی قوت پیدا ہوئی وہیں شہنشاہی پیدا ہو گئی۔ گو اس سے وقتی طور پر فائدہ پہنچا مگر مستقل طور پر قرآن کی تعمیل کی AGENCY پیدا نہیں ہو سکی۔

دورِ جمہوریت میں نشرِ قرآن کا طریق

اب اس دوسرے ہزار میں جب شاہی پروگرام ختم ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ جمہوریتیں لے رہی ہیں ہمارا یقین ہے کہ اگر مسلمانوں میں یہ بیداری آجائے کہ وہ شاہی حکومت کی جگہ قومی حکومتوں کے ذریعے سے قرآن حکیم کی خدمت کرنے پر آمادہ ہوں تو تمام دنیا میں قرآن حکیم کی حکومت براہِ راست پھیل سکتی ہے۔ اس کے لئے ہر زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ ہونا چاہیے جس کے ساتھ قرآن حکیم کے انقلابی پروگرام کی تشریح بھی ہو۔ اس کے لئے شاہ ولی اللہؒ کی حکمت بہت کام دے گی۔ اس کے بعد ہر قوم اپنے تحفظ کے لئے فوجی طاقت خود جمع کرے انٹرنیشنل مسائل کے سوچنے کے لئے حج سے بہتر کوئی تحریک پیدا نہیں کی جا سکتی۔ مگر ان رسوم کے اندر جو روح تھی اس کے غائب ہو جانے سے وہ نتیجے نہیں نکل رہے اور نہ نکل سکتے ہیں جن کی خاطر یہ قوانین من جانب اللہ سکھائے گئے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ؟ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا۔ پھر ہم نے ایمان داروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا۔ پھر تو وہی غالب ہو کر رہے

كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ یعنی حزب اللہ کا نظام اپنی اپنی قوموں میں پھیلاؤ۔

نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ۔ ہم تیرا پروگرام دنیا کی قوموں میں پہنچاتے ہیں چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے بنی اسرائیل ہی کو لیا

فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ بنی اسرائیل کے ایک طائفے میں ایمان آگیا۔

وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ دوسرے طائفے نے اس پروگرام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝ بنی اسرائیل کے مومنوں نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیا۔

حضرت مسیحؑ کے حواریوں کا یہ طریق عمل، ایک مثال رکھا قال عیسی ابن مریم للحواریین) قرآن حکیم کی تعلیم بھی دنیا کی قوموں میں اسی طرح جاری ہو سکتی ہے۔

اسوۂ مسیحؑ کی کامیابی

حضرت مسیح نے اپنی تعلیم کی اشاعت کے لئے جماعت تیار کی تو اسے پہلے پہل عدم تشدد کا پابند بنا دیا مگر یہ حکم ایک محدود زمانے کے لئے تھا جب تک لڑنے والی طاقت تیار نہ ہو اعدم تشدد ہی تیاری کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو پھر لڑنا جائز ہوتا ہے چنانچہ خود حضرت مسیح نے بھی ایک موقع پر فرمایا کہ میں لڑنے اور لڑانے کے لئے آیا ہوں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں عدم تشدد کی پابندی کے ساتھ تیار کرایا اور مدینہ منورہ میں لڑنے کا پروگرام دیا۔ پس یہ نسخہ پہلے بنی اسرائیل میں پھر بنی اسماعیل میں استعمال کیا جا چکا ہے اور اس کے طفیل عربی طاقت نے کسریٰ و قیصر پر غلبہ حاصل کیا۔

اسوۂ محمدیؐ کی کامیابی

شاہ ولی اللہؒ کی تحقیقات میں حجاز کی فتح کا

باقی ص ۱۶ پر

تبلیغ دین میں مشکلات اور آپؐ کا استقلال

جب خداوند کریم نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دولت نبوّت سے سرفراز فرمایا۔ تو کارِ نبوّت یعنی تبلیغِ دین کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور آپؐ نے اللہ کے بندوں کو اُس کا حکم سنایا کہ " اے لوگو! بتوں کی پوجا چھوڑ دو، اور صرف ایک خدا پر ایمان لاؤ"، عرب کے لوگ مدّتوں سے بتوں کے پجاری تھے اور شرک اُن کی گھٹی میں پڑ چکا تھا اور ہر قبیلہ کا الگ الگ خدا تھا۔ کوئی پتھر کے تراشے ہوئے بت کے سامنے جھکتا تھا اور کوئی حالت سفر میں آٹے کا بت بنا کر اُس کے سامنے سجدہ کر کے اپنی حاجت پوری کرتا۔ ۳۶۰ بتوں کے پجاری بھلا درسِ توحید سن کر کیوں نہ غضبناک ہوتے۔ بیگانے تو بیگانے اپنوں نے بھی ستانا شروع کر دیا۔ کوئی گالیاں دیتا اور کوئی آپؐ کے راستہ میں کانٹے بچھاتا۔ تقریباً سبھی مخالفت کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اُنہوں نے اپنے چند منتخب ساتھیوں کو آپؐ کے چچا ابوطالب کے پاس بھیجا اور کہا کہ اگر تمہارے بھتیجے نے ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہنا نہ چھوڑا تو ہم تمہارے خلاف جنگ کریں گے۔ ابوطالب نے آپؐ کو بلایا اور کہا " بیٹے تمام لوگ تمہاری شکایت کرتے ہیں تمہیں اُنکا لحاظ کرنا چاہیئے "، چچا کی یہ باتیں سن کر آپؐ نے فرمایا " چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ خدا کا پیغام نہ پہنچاؤ تو پھر بھی ان کی بات قطعاً تسلیم نہیں کر سکتا یہاں تک کہ خدا کا سچا اور پسندیدہ مذہب پھیل جائے یا میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں "، ابوطالب یہ جواب سن کر بولے اچھا تم اپنا کام کرتے جاؤ۔ میں ہر طرح سے تمہاری مدد کروں گا "۔ انہیں دنوں حج کا موسم بھی آگیا۔ اِن مشرکوں نے سارے حاجیوں میں پھر کر یہ اعلان کر دیا کہ محمدؐ (نعوذ باللہ) جادوگر ہیں تم اُن کی باتوں میں نہ آجانا، اُن کے اس اعلان کا اثر ان کے خلاف ہونے لگا وہ جس کو بھی منع کرتے اسی کو آپ کی ملاقات کرنے کا شوق پیدا ہوتا، جونہی وہ آپؐ کی مبارک زبان کے پُر اثر اور حقیقت پر مبنی الفاظ سنتے اکثر مسلمان ہو کر واپس جاتے۔

اب اِن مشرکوں نے گلی کوچوں میں آپؐ پر پھبتیاں کسنی شروع کر دیں۔ بُرا بھلا کہتے اور آپؐ کو ستاتے۔ ایک مرتبہ آپؐ کعبہ شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ اتنے میں ابوجہل وہاں آنکلا۔ اُس نے ایک پتھر اٹھا کر آپؐ کے سرِ مبارک پر مار کر ہلاک کرنا چاہا۔ خدا کی قدرت کہ اُس کا حوصلہ نہ ہُوا۔

اب کافروں نے آپؐ کو اور اُن لوگوں کو کو جو آپؐ پر ایمان لائے تھے ستانا شروع کر دیا اُن کے لئے مکہ کی زمین تنگ ہونے لگی۔ اُنہیں پتھروں سے مارا گیا، آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا اور وہ دہکتے ہوئے انگارے اُن کی پیٹھوں سے ٹھنڈے ہوئے اُنہیں سولی پر لٹکایا گیا لیکن وہ تھے کہ صبر کے پیکر۔ جتنا بھی اُنہیں ستاتے تھے اُنہیں اُس میں اُتنی ہی لذّت محسوس ہوتی تھی۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جس نے بھی کلمہ پڑھ لیا اُس پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

بات مانی جنہوں نے ستائے گئے
آگ کی چادروں پر لٹائے گئے
لَا اِلٰہ کہا تو مٹائے گئے
پھر بھی آوازِ حق وہ لگائے گئے

جب حضورؐ کے غلاموں پر مکہ کی سرزمین تنگ ہونے لگی تو آپؐ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت فرمانے لگے۔ اِن مشرکوں نے وہاں بھی پیچھا کیا اور حبش کے بادشاہ نجاشی کو ورغلایا لیکن ان کی کوئی پیش نہ گئی۔

کافروں نے آپ کے خاندان کے لوگوں سے کہا کہ محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دو۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ آخر کار اُنہوں نے پورے خاندان سے کلّی طور پر بائیکاٹ کر کے انہیں شعب ابی طالب میں بند کر دیا۔ ان پر آمدورفت کے راستے بند کر دیئے خوراک نہ ملنے سے آپؐ اور آپ کے کُنبے والوں کو درختوں کے پتے بھی کھانے پڑے۔ یہ تین سال کا عرصہ اِس مصیبت سے گذرا۔

نبوّت کا دسواں سال تھا کہ آپؐ کے مددگار چچا اور چہیتی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ دونوں وفات پا گئے۔ ایک طرف اِن حضرات کی موت کا غم کھائے جا رہا تھا اور دوسری طرف مشرکوں کے حوصلے اور بھی بڑھنے لگے۔ اور آپ کو کھلّم کھلّا تنگ کرنے لگے۔ ایک دن آپؐ نے زید بن حارثہ کو ساتھ لیا اور طائف میں تبلیغ کے لئے چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر دینِ حق کا پرچار کیا اور دعوت الی التوحید دی۔

لیکن طائف والے مکہ والوں سے بھی زیادہ بدبخت ثابت ہوئے انہوں نے اللہ کے لاڈلے نبیؐ اور اُس کے غلامؓ کو اِس قدر پتھروں سے مارا کہ غلام کا سر پھٹ گیا اور آپ کے جسم اطہر کا مقدس خون آپ کے جوتوں میں پہنچنے لگا حتیٰ کہ جوتیاں بھی بھر گئیں لیکن قربان جایئے اُس رحمۃ للعالمین کی رحمت العالمینی کے کہ صرف یہی فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

اے اللہ میری قوم کو ہدایت بخش اِس لئے کہ یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ اِسی سلسلہ کی ایک حدیث جامع ترمذی میں بھی ہے اور جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں آپؐ نے فرمایا۔

لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ
وَلَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُوْذٰی اَحَدٌ الخ

کہ مجھے اللہ کے راستہ میں اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا۔ اور اللہ کے راستہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا۔ اور ایک دفعہ تیس ۳۰ دن رات مجھ پر اس حال میں گذرے کہ میرے اور بلالؓ کے لئے کھانے کی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اُس کے جو بلال نے اپنی بغل میں دبا رکھا تھا "۔ " جامع ترمذی "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو سبق دینے کیلئے یہ آپ بیتی سنائی، کہ دین کی دعوت اور اللہ کا پیغام پہنچانے کے سلسلہ میں مجھے ایسی ایسی مصیبتوں سے گذرنا پڑا ہے دشمنوں نے مجھے اتنا ڈرا دھمکایا کہ میرے سوا کسی کو اتنا نہیں ڈرایا دھمکایا گیا اور جب میں نے اُن کی دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں لیا اور دین کی دعوت دیتا ہی رہا۔ تو ان ظالموں نے مجھے اتنا ستایا اور ایسی ایسی تکلیفیں دیں کہ میرے سوا کسی کو ایسی تکلیفوں سے گذرنا نہیں پڑا۔ بھوک اور فاقہ کی تکلیف بھی اتنی اُٹھائی کہ ایک دفعہ پورے مہینہ کے تیس ۳۰ دن رات اس حالت میں گذر گئے کہ کھانے کی کوئی چیز نہ تھی بجز اُس کے کہ جو بلالؓ نے اپنی بغل میں دبا رکھا تھا۔ پورے مہینے کے لئے مجھے اور بلال کو اُسی پر گذارہ کرنا پڑا۔ ان ساری رکاوٹوں اور ایذاؤں کے باوجود آپؐ میلوں اور تہواروں میں پہنچتے اور دین کی دعوت پیش فرماتے۔ کسی کی ذرہ بھر پرواہ کیئے بغیر اپنے کام سے ہی غرض تھی بلکہ جتنا زیادہ ستایا جاتا اتنا ہی تبلیغِ دین میں زیادتی فرما دیتے۔

الغرض وہ کونسا حربہ تھا جو مشرکین عرب نے آپؐ اور آپ کے ساتھیوں پر نہ آزمایا۔ وہ کونسے مظالم تھے جن کا نشانہ انہیں نہ بنایا۔

باقی برصفحہ ۱۳

انسانی فضیلت کا دارومدار ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے

میاں غلام حسین، قلعہ گوجر سنگھ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

(پارہ ۳۰، سورہ التین)

ترجمہ: انجیر اور زیتون کی قسم ہے اور طور سینا کی اور اس شہر (مکہ) کی جو امن والا ہے، بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے پھر ہم نے اسے سب سے نیچے پھینک دیا ہے مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کئے سو ان کے لئے تو بے انتہا بدلہ ہے پھر اس کے بعد آپ کو قیامت کے معاملہ میں کون جھٹلا سکتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ (ضرور ہے)

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

انجیر اور زیتون دونوں چیزیں نہایت کثیر المنافع اور جامع الفوائد ہونے کی وجہ سے انسان کی حقیقت جامعہ کے ساتھ خصوصی مناسبت رکھتے ہیں۔ اس لئے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ کے مضمون کو ان دونوں کی قسم سے شروع کیا اور بعض محققین کہتے ہیں کہ "التین" اور "الزیتون" سے دو پہاڑوں کی طرف اشارہ ہے جن کے قریب بیت المقدس واقع ہے گویا ان درختوں کی قسم مقصود نہیں بلکہ اس مقام مقدس کی قسم کھائی ہے جہاں یہ درخت بکثرت پائے جاتے ہیں اور مولد و مبعث حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

"طور سینین" یا طور سینا وہ پہاڑ ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہمکلامی بخشا تھا اور امن والا شہر مکہ معظمہ ہے جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ کی سب سے بڑی اور آخری امانت قرآن کریم اول اسی شہر میں اتاری گئی۔ تورات کے آخر میں ہے: "اللہ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے چمکا (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) اور فاران سے بلند ہو کر پھیلا (فاران مکہ کے پہاڑ ہیں)۔ یہ سب مقامات متبرکہ جہاں سے ایسے ایسے اولوالعزم پیغمبر اٹھے گواہ ہیں کہ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا اور کیسی کچھ قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے بلکہ مسجود ملائکہ بنے۔ پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بھی بدتر ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑے عمدہ انداز اور شان میں پیدا کیا اور اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا۔ کائنات کے مالک نے یہ کائنات بنائی اسے پوری طرح سجایا اور آراستہ کیا اور اس میں انسان کی ساری ضرورتیں مہیا فرمائیں۔ زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت بنا کر اسے ستاروں سے مزین کیا۔ پھر زمین پر ہر قسم کی ترکاریاں پھل اور غذائیں اگائیں۔ ان سبزیوں کو نمایاں کرنے اور حیات بخشنے کے لئے مینہ برسایا۔ یہ ساری ضروریات مہیا کرنے کے بعد انسان کو پیدا کیا اور اس زمین پر آباد کیا۔ انسان کے متناسب اجزاء کو دیکھا جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے حیوانات کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو قدرت حق کا تماشا نظر آتا ہے۔ پھر اس کے باطن میں کیا کیا قوتیں عطا کیں کہ اس کو سمیع و بصیر، مدبر و حکیم اور گویا بنایا گویا اپنی صفات عالیہ سے حصہ عطا کیا۔ باطنی لحاظ سے بھی انسان ایک عجیب مجموعہ ہے تمام عالم کا نمونہ ہے۔ اس کے اندر سینکڑوں دریا موج زن ہیں اور سینکڑوں نہریں بہہ رہی ہیں سینکڑوں بلند پہاڑ اور آتش فشاں مادے بھی موجود ہیں ہیبت ناک پُر از ظلمات عمیق گڑھے بھی ہیں جن میں گر کر نکلنا مشکل ہے۔ اس کے اندر چار نہریں ہیں جو دن رات بڑے زور شور سے بہتی رہتی ہیں یعنی شہوت کی نہر، غصہ کی نہر، طمع کی نہر اور خیال کی نہر۔ اگر یہ ٹھیک ٹھیک انداز سے پر بہتی رہیں تو خیر اور اگر ان میں طغیانی آجائے تو پھر ان میں ڈوبا ہوا انسان کبھی ابھر نہیں سکتا۔ اس طرح محبت و عشق کی نہریں اور علم و ادراک کے دریا بھی رواں ہیں۔ قویٰ ملکوتیہ کے بلند پہاڑ بھی موجود ہیں اور قویٰ بہیمیہ کی پُر خار وادیاں بھی ہیں۔ یہ انسان کی فطری حالت ہے اب جس نے اس کی اصلاح کر لی اور ان وادیوں اور گندی نہروں اور ظلمات سے بچنے کی کوشش کی، وہ دین اور دنیا میں کامیاب ہو گیا اور جس نے کوشش نہ کی بلکہ ان کے سبز باغ دیکھ کر اس طرف جھک پڑا تو وہ شقاوت کے عمیق گڑھے میں گر پڑا اور حیوانات سے بھی بدتر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفۃ اللہ بنا کر دنیا میں بھیجا اور مسجود ملائکہ بنایا۔ اس کے ہر شعبہ حیات کی ضروریات کے لئے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہدایات نازل کی گئیں چاہئے تو یہ تھا کہ انسان اپنے مالک کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا اور اپنے ہر قول و فعل میں اس کی رضا کو مدنظر رکھتا مگر ہماری اکثریت مذہبی کشش سے آزاد نظر آتی ہے خدا کا نام زبان پر آتا ضرور ہے مگر دل اس کے خوف سے خالی ہے۔ راست بازی کی تحسین سب کرتے ہیں مگر دروغ بافی اور بہتان طرازی سے کسی کو بھی باک نہیں ہے۔ قدرت کی فیاضیوں کا لطف سب اٹھاتے ہیں مگر ادائے شکر کے لئے جبین نیاز سجدہ ریز نہیں ہوتی اور بار احسان سے گردن کبھی جھکتی بھی ہے تو دل اس کی رفاقت نہیں کرتا۔ بھائی کی عزت پر حملہ کرنے سے شرم نہیں آتی۔ غیر کے مال پر نظر کرنے سے پرہیز نہیں۔ اپنی تکلیف پر صبر نہیں دوسروں کی تکلیف کا احساس نہیں۔ احکام مذہب پر رسم و رواج کا غلبہ اور خلوص نیت پر نام و نمود کی حکومت — کیا خلافت کا تاج انسان کے سر پر اسی لئے رکھا گیا تھا؟

ہمارا فطری اور عقلی فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر گوشے میں اللہ تعالیٰ کے قانون یعنی شریعت سے رہنمائی حاصل کریں اور خلوت و جلوت، رنج و راحت اور خوشی و غمی میں عقل کو قانون الٰہی کا خادم بنائیں۔ اس طرح طبیعت پر حکومت عقل کی ہو اور عقل پر حکمرانی شریعت کی، تو انسان مزکیٰ مصفا اور مجلیٰ ہو جائے گا۔

انسان کی نجات و فلاح دو چیزوں پر موقوف ہے — ایمان اور عمل صالح۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں لیکن عوام میں جو اہمیت ایمان کو حاصل ہے وہ اعمال صالح کو نہیں۔ ایمان بنیاد ہے اور اعمال صالح اس پر قائم شدہ دیوار۔ قرآن کریم نے ہر موقع پر ایمان اور

اعمال صالحہ دونوں کو فلاح و کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ایمان کے بغیر کسی عمل کی بھی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ایمان راحت وسکون کا گہوارہ ہے۔ ایمان کا حصار مضبوط اور محکم ہو تو انسان کے دل پر غیر اللہ کا خوف اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ ایمان بندے کا اپنے مولا پر مکمل بھروسہ کا نام ہے یہ بھروسہ اور اعتماد قائم رہے۔ تو انسان صاحب ایمان کہلاتا ہے۔ یہ تعلق ٹوٹ جاتے تو بندے اور مولے کا رشتہ قائم نہیں رہتا۔ اگر ایمان ہے اور اعمال صالحہ نہیں ہیں۔ تو ایمان کا درخت بے ثمر ہے۔ اعمال صالحہ میں ہر نیک کام شامل ہے۔ خواہ عبادت بدنی ہو یا مالی خواہ ذکر و مراقبہ اور تسبیح و تحلیل وغیرہ اور خلق خدا کی نفع رسانی یہ اعمال صالح انسان کے احسن تقویم ہونے پر گواہ ہیں۔ اگر انسان اپنا فرض منصبی ادا نہ کرے تو پھر اس سے بدتر اور کوئی چیز نہیں ہے لیکن اگر قانون الہی پر رہے۔ ہر عمل میں اللہ تعالےٰ کی رضا کو مدنظر رکھے دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دے دوسروں کی آسائش و راحت کو اپنی ذاتی آرائش و راحت پر مقدم رکھے خود تکلیف اٹھائے دوسروں کو آرام پہنچاتے۔ خود بھوکا رہے۔ اور دوسروں کو کھلائے۔ تو فرشتوں سے بھی سبقت لے جاتے بھی ہے۔ انسانیت کا امتیاز ورنہ ذاتی ضروریات اور آرام و آسائش کو تو حیوانات بھی مدنظر رکھتے ہیں۔

انسانیت کی تکمیل

جب کسی انسان پر اللہ تعالےٰ کا کرم ہوتا ہے۔ تو اس کی طلب کے زاویئے رسعت ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ہر اس چیز کو پسند کرتا ہے جو اللہ تعالےٰ کو پسندیدہ ہوتی ہے۔ اپنے ہر عمل میں خدا کی رضا کو مقدم رکھتا ہے۔ صحابہ کرام کی زندگیاں اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے اپنے ہر کام میں دین کا ہو یا دنیا کا اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا کو پیش نظر رکھا۔ اور وہ ہمیشہ اس راہ پر گامزن رہے جو بارگاہ ایزدی کی طرف جاتی ہے اس راستے میں پیش آنے والی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور اپنے مالک کی رضا حاصل کرنے سے جان تک بھی دینے سے دریغ نہ کیا اسلام نے نوع انسان کو اپنی تکمیل کا صحیح راستہ دکھایا ہے۔ اس نے انسان کو صحیح شرف بخشا ہے اور ربانی رشد و ہدایت کے ماتحت اس کی زندگی کے ایک ایک گوشہ کو ایسے خطوط پر منظم کیا ہے۔ کہ دنیا میں اس کے لئے فلاح اور آخرت میں نجات یقینی ہو جاتی ہے۔

زندگی کا حقیقی لطف اٹھانے کے لئے جس طرح بدن کا تندرست ہونا ضروری ہے اسی طرح ایمان کے ثمرات سے متمتع ہونے کے لئے باطن کی اصلاح بھی ضروری ہے اس لئے اسلام نے باطن کی صفائی پر بڑا زور دیا ہے۔ ذہن و ضمیر کی پاکیزگی ہی سے انسان کو اللہ تعالےٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے خدا کی بارگاہ میں مقرب و مکرم بننے کے لئے ظاہری ٹیپ ٹاپ اور شکل و صورت کام نہیں آتی بلکہ وہ باطنی طہارت اور قلبی کیفیت ہے جو تعلق باللہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور جس کے حصول کے بغیر انسانیت کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی مقصد پورا ہو سکتا ہے جس کے لئے اس آب و خاک کے پتلے کو تخلیق کا لباس پہنایا گیا ہے۔

سائنس کی ترقی انسانیت کی ترقی نہیں۔ نہ ہی ہوائی جہاز اور ریل وغیرہ اور ایٹم بم بنانے سے انسانیت عروج پر پہنچ سکتی ہے۔ انسانیت عروج کی آخری منزل پر صرف تعلق باللہ سے ہی پہنچ سکتی ہے۔ اور تعلق باللہ قائم کرنے کے لئے باطن کی صفائی ضروری اور لازمی ہے۔ رگوں میں دوڑنے والا خون اگر مال حرام سے کشید کیا گیا ہو ذہن میں تیار ہونے والا ہر منصوبہ منشاء ربانی کے خلاف ہو اور جذبات میں بھی وہ پاکیزگی موجود نہ ہو۔ جو مومن کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ ایسے انسان سے ان افعال کا صدور کیسے ممکن ہے۔ جو انسانیت کی شان کے شایاں ہوں۔

انسان اگر اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم احکام پر چلے اور خدا کا خوف اس کے دل میں موجود ہو تو اس سے زیادہ نیک اور افضل ترین مخلوق ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ خیر البریہ ہوتا ہے اگر خوف نہ ہو اور ایمان اور اعمال صالح کی پونجی نہ ہو تو پھر اس سے بڑا اور کم تر اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

اور شر البریہ کہلاتا ہے۔ شیر خونخوار ہے غیروں کے لئے سانپ زہریلا ہے۔ دوسروں کے لئے چیتا درندہ ہے۔ مگر اپنے سے کم تر جانوروں کے لئے لیکن دنیا کی اعلیٰ ترین مخلوق خود اپنے ہی ہم جنسوں کا خون بہاتی ہے۔ اپنے ہی ابنائے نوع کے لئے درندہ اور خونخوار ہے۔ انسان ظاہری شکل و صورت میں اشرف المخلوقات ہے لیکن ان میں اکثر باطنی طور پر دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور ہیں اور جو خدا کی زمین پر سب سے اشرف اور اعلےٰ تھا۔ وہ سب سے بڑا اور کم تر ہو گیا ہے۔ کیا انسان کو احسن تقویم پہ پیدا کرنے کا مقصد یہی ہے۔

انسانیت کی تکمیل کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادا کرنا ضروری ہے انسانیت اسی صورت میں ترقی کر سکتی ہے۔ طبیعت شریف کے تابع رہ کر۔ اس شخص پر بڑا ہی اللہ کا فضل ہے۔ جس کو یہ نعمت حاصل ہو جائے عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے۔ کہ جس بات کو طبیعت مان لیتی ہے۔ اس پر تو لوگ عمل کر لیتے ہیں اور جن باتوں میں طبیعت اڑ جاتی ہے۔ ان پر شریعت کے مطابق عمل کرنا دشوار بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ طبیعت کو شریعت کے مطابق چلانے کے لئے کسی اللہ والے کی صحبت کی ضرورت ہے۔ حقوق اللہ ادا کرنے میں طبیعت اتنی مانع نہیں ہوتی جتنی حقوق العباد کے ادا کرنے میں لوگ نماز باقاعدہ با جماعت پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ حج بھی کر آتے ہیں۔ اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں۔ لیکن حقوق العباد ادا کرنے میں اکثر فیل ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی رشتہ دار کے ساتھ۔ کسی معمولی سی بات پر بھی ناراض ہو جاتیں۔ تو مہینے اور سال گذر جاتے ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ بات کرنا تو درکنار سلام کا جواب دینا بھی گوارہ نہیں کرتے ایسے آدمیوں کو کسی روحانی طبیب سے علاج کے لئے رجوع کرنا چاہتے۔ یہ انسانیت کی تکمیل نہیں۔ بلکہ انسانیت کا تنزل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے ہاں پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھنے والا انسان دوست اور دشمن سب کے لئے رحمت ہوتا ہے۔ انسان تو وہ ہے۔ جس میں اتنی ہوا ہے موافق اور مخالف دونوں کے ساتھ یکساں حسن سلوک کرتا ہو۔ اس کے ہاتھ اور زبان سے موافق اور مخالف سب محفوظ رہیں۔ ایسا انسان صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات ہے۔

انسان کا جسم ایک شہر ہے جو گناہ کرنے سے برباد ہو جاتا ہے اور انسانیت ختم ہو جاتی ہے اعمال صالح سے اسکو آباد رکھنے کی کوشش کریں۔

دنیا میں سب سے مشکل کام ہے انسان بننا

زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند
ایں جملہ شدی ولیکن انسان نشدی
دنیا میں بزرگ تو بہت ہیں لیکن انسان

بہت کم ہیں۔ انسان سب کچھ بن سکتا ہے۔ ڈاکٹر بن سکتا ہے انجینئر بن سکتا ہے وکیل بن سکتا ہے لیکن انسان بننا بہت مشکل کام ہے انسان انسان نہیں بن سکتا جب تک انانیت نہ مٹے۔ اور انانیت مٹ نہیں سکتی جب تک انسان کسی اللہ والے کی صحبت میں نہ بیٹھے۔ انسان انسانی صورت کا نام نہیں ہے انسانی جوہر کا نام ہے۔ ظاہری صورت میں تو ابوجہل بھی انسان تھا۔ لیکن سیرت کے لحاظ سے اسے انسانوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ صورت جس میں حقیقت نہ ہو کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی انسان کا مجسمہ سامنے ہو اور اس میں انسانی جوہر اور انسانی خصوصیت نہ ہو تو وہ صورت انسان ہے انسان نہیں ہے اور قدر و قیمت انسانی سیرت کی ہوتی ہے نہ کہ صورت انسان کی اگر خصوصیت انسان انسان میں موجود ہو تو وہ انسان کہلائیگا ورنہ انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ کھانا پینا اور پہننا کتنا ہی خوش نما بنا یا جائے پھر بھی انسان حیوان ہی رہتا ہے۔ نہ کھانا انسانیت ہے نہ پینا نہ مکان بنانا انسانیت ہے اگر کوئی ماہر فن انجینئر پچاس منزلہ عالیشان بلڈنگ بھی بنالے تو وہ حیوانیت سے نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ مکان سازی انسان کی خصوصیت نہیں ہے یہ حیوانیت کی خصوصیت ہے کھانے پینے حیوان بھی ہیں۔ بچے بھی جنتے ہیں ان کی پرورش بھی کرتے ہیں۔ پھر انسان اور حیوان میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔

انسانی فضیلت کا دارومدار انسان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ اور صورت پر نہیں ہے بلکہ اس کی سیرت پر ہے صورت کا حسن و جمال عارضی ہے جو جاتا رہتا ہے ایک نہ ایک دن مٹ جائے گا۔ دو دن بخار آئے تو حسن کی تمام رعنائی و زیبائی ختم ہوجاتی ہے اگر بیماری نہ بھی آئے تو بڑھاپا ظاہری حسن و جمال کے سارے نقش و نگار کو زائل کر دیتا ہے اگر بڑھاپا نہ بھی آئے تو موت سب خوبصورتیاں مٹا کر رکھ دیتی ہے لیکن سیرت حسین بھی بنائی جائے تو وہ زندگی میں قبر میں حشر میں اور اس کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ صورت کو بنانے اور سنوارنے کی بجائے سیرت کو سنوارنے کی کوشش کرو انسانیت کا امتیاز سیرت میں ہے نہ کہ صورت میں۔

بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ بسطام کے فقراء و مساکین کی دعوت کی۔ سب لوگ آگئے تو بایزید رح نے اپنے مریدوں سے پوچھا کوئی رہ تو نہیں گیا۔ ایک مرید بولا سرائے میں ایک مسافر ہے جو دعوت میں شریک نہیں ہونا چاہتا۔ بایزید رح خود اس کے پاس گئے۔ اور کھانے میں شرکت کی دعوت دی۔ وہ بولا میری شرکت کی یہ شرط ہے کہ میں آدمی کا گوشت کھاؤں گا۔ بایزید رح نے اپنا جسم پیش کرتے ہوئے کہا۔ لیجئے گوشت حاضر ہے۔ جسم کے جس حصہ کا گوشت مرغوب ہو کاٹ لیجئے۔ مسافر بولا تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کرکے اپنے اندر جھانکئے۔ بایزید رح فرماتے ہیں کہ مسافر کے مشورے کے مطابق میں نے دل کی دنیا میں جھانکنے کی کوشش کی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری شکل مور کی ہے مسافر کے پوچھنے پر میں نے صورت حال بیان کی تو وہ بولا کہ ابھی مور کے مقام پر پہنچ سکے ہو انسانیت اعلٰے اور ارفع مقام ہے انسانیت کا مقام حاصل کرو گے تو مجھے گوشت کھانے کی دعوت دینا۔

ہم دن میں کئی بار آئینہ دیکھتے ہیں اور چہرے کو زیادہ سے زیادہ دلکش بنانے اور اس کی جاذبیت کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب تک آئینہ سامنے ہوتا ہے ہماری انانیت پوری توجہ کے ساتھ اپنی توصیف کا نغمہ گنگناتی ہے۔ لیکن کیا انسانیت کے حسن میں بھی اس طرح کوئی اضافہ ہوتا ہے؟ اگر دیانتداری سے اس سوال کا جواب دیا جاتا تو اب تک انسانی ہاتھوں سے کئی آئینے خود بخود چھوٹ جاتے اور زمین پر گر کر چکنا چور ہوجاتے۔ اگر ہم کوئی ایسا آئینہ ایجاد کر سکیں جس میں ہمارا باطن بھی صاف نظر آجائے تو ہماری بھاری اکثریت کا نام انسانیت کی فہرست سے خارج ہوگا بظاہر گو ہم انسان ہیں لیکن سیرت کے لحاظ سے کوئی کتا ہے کوئی گدھا اور کوئی سور وغیرہ۔

یاد رکھو کہ آدمی صرف صورت کا نام نہیں ہے سیرت بھی شامل ہے اور اس کی دلکشی اور جاذبیت کا اصلی راز صورت کی بجائے سیرت میں پوشیدہ ہے آدمی کی صورت کا تعلق صرف اس کی اپنی ذات سے ہے اور سیرت کی اچھائی یا برائی کا اثر دوسروں تک بھی پہنچتا ہے اور یہی اثر اس کی عزت یا ذلت کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اعمال صالح سے سیرت کو سنوارنے کی کوشش کرو۔

بقیہ: ارشادات مجلس ذکر

ہوتا ہے۔ لیکن حرارت نفوذ کرتی نظر نہیں آتی۔ اور وہ لوہے کا لوہا ہی نظر آتا ہے۔ لیکن جب بکثرت حرارت سے وہ سرخ ہوجاتا ہے تب کہتے ہیں۔ کہ اس کے اندر آگ آگئی ہے۔ حالانکہ آگ پہلے بھی تھی۔

غرض اللہ کے نام سے انقلاب آتا ہے اور انسان کے اندر تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور وہ تبدیلی یہ ہے۔ کہ انسان واصل باللہ ہوجاتا ہے ؎

تو مباش اصلاً کمال این است و بس
خود در او گم شو وصال این است و بس

اور ؎

قرب حق بالا نہ پستی رفتن است
قرب حق از حبس ہستی رستن است

اس کے لئے اکل حلال اور صدق مقال کی ضرورت ہے۔ اور ہادی جو سبق دے۔ اسے نیک لوگوں کی صحبت میں رہ کر پکایا جائے۔ استاد طالب علم کو سبق دے کر طلبا میں بیٹھ کر پکانے کا حکم دیتا ہے۔ یہ نہیں۔ کہ کھیلنے والوں میں بیٹھ کر پکائے۔ اس لئے غافلین کی صحبت میں رہ کر ہادی کا سبق نہیں پک سکے گا نیک لوگوں کی صحبت ضروری ہے۔ اور اب حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت فاروق اعظم رض جیسے تو نہیں مل سکتے۔ گنہگار ہی ملیں گے۔ جیسے ہم ہیں۔ ویسے ہی ہمیں ہادی ملیں گے۔ مگر یہ دیکھیں کہ جو آپ سے زیادہ نیک ہو۔ اس کی صحبت اختیار کریں۔ اور اتنے نمبر کی نیکی حاصل کریں۔ جتنی اس کے اندر ہے۔ پھر کوئی اور اللہ کا نیک بندہ نظر آجائے گا۔

ہادی کی دعا بھی کام کرتی ہے۔ ان کی خدمت کی جائے۔ انہیں تو خدمت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر طالب کو ان کی خدمت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدمت میاں صاحب شرقپوری کے متعلق ذکر کرتے ہیں۔ کہ شیخ کے لئے چائے تیار کرنی تھی۔ لکڑی وغیرہ کوئی نہ تھی اپنی پگڑی جلا کر چائے تیار کی۔

ہادی کی خدمت سے ان کی دعا حاصل ہوتی ہے۔ پھر انقلاب آتا ہے۔ اور جیسے لوہا آگ بن جاتا ہے۔ اسی طرح وہ انسان واصل باللہ ہوجائے گا۔ جیسے قطرہ دریا میں مل کر گم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی اپنی ہستی بھی اللہ کی طرف جذب ہوکر باقی نہیں رہتی۔ اور اس کا سارا وجود اور اس کی حرکتیں رضائے الٰہی کے ماتحت ہوجاتی ہے۔

چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

تسخیر الحسن صدیقی ندوی

(۱) سلطان ناصر الدین بن غیاث الدین پر غشی کی کیفیت طاری ہے اور اعیان مملکت مؤدبانہ کھڑے ہیں کہ اس کے ہونٹ ہلنا شروع ہوئے اور سننے والوں نے سنا کہ وہ اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے۔

"اللہ تعالےٰ نے تم کو اس لائق بنایا ہے کہ حکومت و مملکت کے فرائض ادا کرسکو۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم قوم کو سیدھی راہ پر لے چلو۔ خود تمہارے قدم بھی راہ حق سے منحرف نہ ہونے چاہئیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم خواہشات نفسانی اور لذات دنیوی کے بندے بن کر رہ جاؤ، اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبت کرنا۔ جن نعمتوں سے اللہ تعالےٰ نے تمہیں محروم نہیں کیا ہے اس سے عوام کو بھی محروم نہ کرنا۔ مظلوم پر کبھی دست ظلم نہ بڑھانا اس کی فریاد سننے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کرنا اس کی باتوں کو توجہ کے ساتھ سننا۔ انصاف کرنے میں قوی و ضعیف، قریب و بعید میں کسی قسم کی جانبداری نہ برتنا کہ کہیں قیامت کے دن اس کی وجہ سے تمہیں ندامت اٹھانی پڑے، دربار کے کاموں میں کبھی بھی سستی و کاہلی نہ برتنا، علماء کا ہمیشہ احترام کرنا اور ان کے اعزاز و اکرام میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔ جاہلوں اور شر پسندوں کی صحبت سے احتراز کرنا۔ اگر بدرجہ مجبوری ان کے ساتھ بیٹھنا ہی پڑے تو خاموشی اختیار کرنا۔ ملک کے مقدس مقامات کا احترام کرنا۔ مساجد کے آباد رکھنے پر زور دینا، مملکت کے گوشہ گوشہ میں تعمیری کام کو وسعت دینا اور اپنی تمام کوشش و تمام سعی کو رضیات الٰہی کے تحت صرف کرنا اور اہم معاملات و حکومت کے اہم کاموں میں مشورہ سے کام لینا (مآثر رحیمی ص ۱۶۳)

(۲)۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری پر جب سکرات کی کیفیت طاری ہوئی تو انہوں نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور حکم دیا کہ میرے لئے ایک وسیع و عمیق قبر کھود دو اور لڑکے حکم بجا لائے اور جب قبر تیار ہو گئی تو آکر اطلاع دی۔ اس وقت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ

"قبر دو منزلوں میں سے ایک منزل ہے، یا تو وہ میرے لئے اتنی وسیع کر دی جائے گی کہ منتہائے نظر تک کشادہ ہوگی اور جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس کی خوشبو سے معطر ہوا برابر آتی رہے گی۔ اور جس کے ذریعہ میں اپنے ٹھکانے اور اپنی ملنے والی نعمتوں کا نظارہ کروں گا اور روز حشر تک ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا رہوں گا اور اگر کہیں اللہ تعالےٰ کا معاملہ اس کے برعکس ہوا تو پھر میرے اوپر قبر اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے سے مل جائیں گی اور پھر دوزخ کا ایک دروازہ میرے لئے کھول دیا جائے گا جس سے میں اپنے آئندہ ٹھکانے، زنجیروں اور بیڑیوں اور اپنے ہم نشینوں کو بخوبی دیکھ سکوں گا اور مسلسل جہنّم کے گرم ہوا کے جھونکے میرے چہرے کو جھلسا دیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور میں اپنے اس ٹھکانے پر پہنچ جاؤں کبھی راحت نہ ہوگی"

(صفۃ الصفوۃ ج ۱)

یہ ہیں ان صحابی کے الفاظ جو یقیناً جنت کے مستحق تھے۔ مگر خشیت الٰہی اور تواضع نے اس آخری وقت میں ان کے منہ سے یہ الفاظ کہلوائے ان کے کردار و سیرت کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے آپ کو تولتے رہنا چاہیئے۔ اور اعمال و افعال پر ہمیشہ نظر رکھنی چاہیئے اور اللہ تعالےٰ سے سلامتیٔ ایمان کی دعا مانگنی چاہیئے

(۳) عبدالواحد بن زیدان، ابو محمد فارسی کے تقویٰ کا حال لکھتے ہیں کہ انہوں نے ۷۰ سال کی عمر پائی لیکن اس پوری عمر میں وہ ہمیشہ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہے۔ دنیاوی چیزوں سے اپنا واسطہ کبھی بھی نہیں رکھا اس سے ہمیشہ الگ رہے ان سے بڑھ کر زاہد و عابد میں نے نہیں دیکھا۔ لیکن ان ہی متقی اور پرہیز گار شخص نے آخری وقت میں جو الفاظ کہے وہ سننے کے قابل ہیں اور ان کے پڑھنے سے آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

"مجھے اتنا لمبا سفر درپیش ہے جتنا میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔ مجھے اتنا لمبا اور طویل راستہ طے کرنا ہے جو یقیناً میرے تصور سے ماوراء ہے۔ مجھے اپنے اس آقا کی زیارت کی تمنا ہے جسے میں نے اب تک نہیں دیکھا ہے مجھے ایسے خطرات سے گزرنا ہے جو یقیناً مہیب و ڈراؤنے ہیں اور جن سے ابھی تک مجھے سابقہ نہیں پڑا ہے، مجھے عنقریب مٹی کی تہہ کے نیچے دبا دیا جائے گا اور پھر قیامت کے دن اپنے رب کے دربار میں میری حاضری اس حالت میں ہوگی کہ مجھے اس بات کا خوف ہوگا کہ کہیں قادر مطلق مجھ سے میری اس طویل عمر کا محاسبہ نہ کرے اور اس وقت میں سوائے اپنے گناہوں کے اعتراف کے اور کچھ نہ کر سکوں اور یہ عرض کروں کہ اے پروردگار تیرا ایک عاصی بندہ تیرے دربار میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اب جو تیری مرضی ہو وہ کر، چاہے معاف کر دے چاہے سزا دے پھر خود ہی فرمانے لگے کہ اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہو تو پھر میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہو۔

بقیہ تبلیغ دین

بنایا گیا اور وہ کونسی ایسی مصیبت تھی کہ جس سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دوچار نہ ہونا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں ہرگز لغزش نہ آئی۔ آپ کی مستقل مزاجی کا یہ ثمرہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے کفار کے قتل کے منصوبے برباد کر کے آپؐ کو مدینہ منورہ میں جگہ دی اور پھر رفتہ رفتہ مکہ بھی فتح ہو گیا۔ اب کیا تھا تمام اطراف عالم سے لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے کے لئے آتے تھے۔ اس طرح آپ کی مسلسل کوششوں سے سارے عرب میں اسلام پھیل گیا اور عرب سے ساری دنیا میں پھیلنے لگا۔ لیکن افسوس صد افسوس اجس عظیم مقصد کی خاطر اللہ کے لاڈلے نبی نے اپنا خون تک قربان کر کے اُسے پروان چڑھایا۔ آج اُسکی اُمّت نے اُس مقصد عظیم کو یکسر فراموش کر دیا۔ کہ کاش کہ ہمیں آپؐ کی محبت کا ذرہ بھی نصیب ہوتا تو پھر بھی دینی دعوت و تبلیغ کی خاطر کم از کم اپنا پسینہ تو بہا دیتے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو دینی کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین یا الٰہ العالمین

چٹ پر سرخ نشان چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ ×

آہ! میں کس قدر مظلوم ہوں

(قرآنِ کریم کی زبانِ حال سے فریاد)

ثریا بتول طالبہ لاہور کالج

اسلام کا وہ دور کس قدر سعید و بابرکت تھا۔ جب کہ شمع نبوت کے پروانے پروانہ وار آ آ کر اپنے پیارے پیغمبر عربی پر فدا ہوتے تھے۔ وہ دور یاد کیجئے جب کہ سرورِ کائنات رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے جاہل گنواروں کو دنیا کی مہذب اور متمدن ترین قوم بنا دیا۔ وہ خود تمدن آفرین اور قانون ساز بن گئے اور اس طرح انہوں نے سرورِ کائنات کی مشعلِ ہدایت سے اپنے قلب و دماغ کو منور کر لیا۔

آئیے اس کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کریں۔ کہ آخر وہ کونسی مبارک تعلیم اور کونسی مبارک کتاب تھی۔ جس نے بیس سال کے مختصر عرصے میں جاہل شتربانوں کے گھروں کو تہذیب و تمدن کا گہوارا بنا دیا۔ یہ تعلیم تھی۔ تعلیم نبوی اور یہ کتاب تھی، قرآن کریم۔ یہ سب قرآن کریم کی مبارک تعلیم کا اثر تھا۔ اور سب اسی کی کرشمہ سازی و سحر طرازی تھی۔ جس نے پل بھر میں اسلام کے نام لیواؤں کو دنیا کے شرق و غرب کا مالک بنا دیا۔

مسلمانوں نے قرآنِ کریم کی مبارک تعلیمات کو دل و جان سے عزیز رکھا۔ اور اپنی نیند اپنا طعام و شراب، اپنا اٹھنا بیٹھنا، اپنا لباس، اپنی اجتماعی و انفرادی زندگی غرضکہ ہر قسم کے میدانِ عمل میں قرآنِ کریم سے مشورہ کیا۔ اور جو قرآن نے مشورہ دیا۔ اس کے مطابق جان ہتھیلی پر رکھ کر عمل کیا۔ قرآن کریم کو خود خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مبارک میں قرآن مبین، نور مبین، ہدایت، فرقان اور ایسے دوسرے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور خود آقائے نامدار نے اس کے متعلق یوں لب کشائی کی ہے۔

"اے مسلمانو! جب تک قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے"

قرآن کریم دنیا کی سب سے سچی کتاب ہے۔ جس کی لفظی و معنوی تحریف کرنے کا کسی کو یارا نہیں۔ جس کی کوئی آیت بدلنے کی کسی کو تاب نہیں یہ چودہ صدیوں سے حرف بحرف مصئون و محفوظ ہے۔ اور تا قیامت اس میں کوئی تبدیلی ہو نہیں سکتی۔ قرآن کریم ہی تمام بنی نوع انسان کی فلاح و کامیابی کا ضامن ہے۔ جس نے ذاتی اعمال کو انسانی کامیابی کا ذمہ دار بنایا ہے۔ اس کتاب مبین نے صرف صحابہ کرامؓ کے قلب و دماغ کو ہی منور نہیں کیا۔ بلکہ اس میں وہ زبردست قوت اور اعجاز موجود ہے۔ کہ جو قوم بھی اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو گی۔ کبھی ذلت میں نہ گرے گی اور تباہی و ہلاکت کی طرف مائل نہ ہو گی۔ مسلمان اس لحاظ سے روئے ارض کے خوش نصیب لوگ ہیں۔ جو اس قدر متبرک تحفہ سے نوازے گئے ہیں لیکن آج کے مسلمانوں نے خدا تعالیٰ کے اس گرانقدر اور قابل قدر تحفہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی مانند گمراہی، جہالت اور ضلالت کے عمیق ترین گڑھوں میں جا پھنسے ہیں۔ ابتدائی مسلمانوں یعنی صحابہ کرامؓ کی قابل قدر جماعت نے جس کتاب پر عمل پیرا ہو کر بام عروج حاصل کیا۔ اسی کتاب سے دور ہو کر وہی امت مسلمہ خدا تعالیٰ کے عذاب میں پھنس گئی ہے۔

مقام حیرت ہے۔ کہ آج امت مسلمہ کا سلوک تحفۃ اللہ اور کلام اللہ کے ساتھ مذاق کا سا بن کر رہ گیا ہے۔ آج ہمارے قلب و جگر پر انگریزی سوار ہے۔ ابھی بچے اپنی عمر کی ابتدائی منزلیں بھی طے نہیں کر پاتے۔ کہ اس کے ہاتھ میں انگریزی کی کتاب پکڑا دی جاتی ہے۔ اس کے پیچھے رٹنا اس کے معانی وغیرہ سمجھنا اور پھر انگریزی بلا کسی مزاحمت کے بولنا لوازمۂ تہذیب گنا جاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ مظلوم قرآن کو کوئی خاطر میں ہی نہیں لاتا۔ یہ بیچارا اس طرح بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ کہ گریجوایٹ اور پی۔ ایچ ڈی وغیرہ کی بڑی بڑی سندوں اور ڈگریوں کے مالک اسے سمجھنا تو کجا کبھی ناظرہ پڑھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ میں تو یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ کہ مسلمان کس زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جبکہ اصلی بنیادی کتاب کی طرف سے کلیتاً بے خبر، غافل بلکہ نا آشنا ہیں۔ یہ کلام اللہ کے ساتھ سنگین مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو خیر عوام کا ایک طبقہ ہے۔ عوام کا ایک طبقہ ثانی بھی ہے۔ جس کا اس کتاب کے ساتھ سلوک پہلے طبقے کے لوگوں سے قدرے مختلف ہے وہ اس طرح کہ کم از کم وہ قرآن کریم کی اہمیت کو زبانی تسلیم ضرور کرتے ہیں۔ تقدس کے طور پر اس کو گھروں میں رکھتے ہیں۔ ایسے طبقے کے لوگوں کے گھروں میں ایک قرآن پاک ضرور نظر آ جاتا ہے۔ اور وہ خوب عطر میں بسایا جاتا ہے۔ اس کے لئے بڑے بڑے شاندار غلافوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کو ہاتھ لگانے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی۔ یا ایک قدم آگے بڑھایا۔ تو اپنے بچوں کو سادہ قرآن کریم زندگی میں ایک بار پڑھا دیا۔ اور اس پڑھانے کی کیفیت بھی یہ ہے۔ کہ سکول و کالج کی تعلیم کے لئے ہر قسم کی زحمت گوارا کر لی جاتی ہے۔ لیکن اس پیارے قرآن کے لئے ایک پائی بھی حرام سمجھا جاتا ہے۔

آخر عوام سوچتے کیوں نہیں۔ خدا تعالیٰ کے قابل قدر تحفہ کے ساتھ یہ مذاق کیوں ہے جب ہمیں اپنے کسی رشتہ دار یا کسی دوست سے تحفہ ملتا ہے۔ تو ہم اُسے اسی کی خوشی کے مطابق خرچ کرتے ہیں یا اگر کسی عزیز کا خط وصول ہو۔ تو بلا توقف اُسے پڑھ کر اس عبارت سمجھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ نہ کہ اُسے خوشبو اور عطر میں بسا کر شوخ رنگ اور دیدہ زیب کپڑوں سے سجا کر گھر کے ایک کونے میں رکھتے ہیں۔ سچ کہا باری تعالیٰ نے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اَقْفَالُہَا۔

ترجمہ: وہ قرآن کریم میں غور کیوں نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر گمراہی و ضلالت کے قفل پڑ چکے ہیں۔ جو اب کسی طرح بھی کھل نہیں سکتے۔

اور یہی بڑے بڑے قفل ہیں۔ جنہوں نے ان کو نور اللہ اور ہدایت مبین کی برکت سے اپنے قلب و جگر کو منور کرنے سے محروم کر رکھا ہے۔ آخر عوام کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ ہر قسم کے دنیاوی کام کے لئے وقت صرف کر سکتے ہیں، مال اور جان سب کچھ صرف کر سکتے ہیں۔ صرف مظلوم قرآن ہی اب ان کی توجہ کا مرکز نہیں رہا۔ فقط اس سے ہی کلیتاً بے خبر ہو گئے ہیں۔ اب تو قرآن کریم کا کام فقط یہی ہے۔ کہ چند ایک لوگ طوطے اور مینا کی طرح اس کو رٹ لیں یا بے سوچے سمجھے اس کو زندگی میں ایک بار پڑھ لیں۔

باقی بر صفحہ ۱۶

(سورۃ الاحزاب ع ۳ - پ ۲۱)

ترجمہ:- البتہ تمہارے لئے رسولؐ اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

اے ناعاقبت اندیش طبقہ

تمہاری اس بگڑی ہوئی حالت کا نقشہ انگریزی حکومت کے آخری زمانہ میں کھینچ کر نفیس خلیلی مرحوم امرتسری نے اپنی مطبوعہ کتاب "مسلمان عورت" میں دکھایا تھا اور وہ کتاب عام ملتی تھی۔ اس میں یہ شعر ہیں۔

مسلمان عورت ہے یا مرغ آبی
کہ سینے کو تانے چلی جا رہی ہے
زمیں بار عصیاں سے تھرا رہی ہے!
وہ نامرد دولہا ہے جسکی دلہن ہے
وہ ملعون بھائی ہے جس کی بہن ہے

اے ناعاقبت اندیش طبقہ

تو پھر اپنے آپ کو صحیح معنی میں مسلمان بنا۔ حق پرست علمائے کرام کی صحبت میں لوٹ کر آ اور اسلام ان سے سیکھ اور ان کے بیان کردہ اسلام جو کتاب اللہ تعالے (قرآن مجید) اور سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ پر مبنی ہوگا اس اسلام کو اپنا۔ تاکہ تیرا انجام بخیر ہو۔ پھر تو منکر نکیر فرشتوں کو بھی جب پوچھیں گے مَنْ رَّبُّكَ تو جواب دے گا۔ رَبِّيَ اللّٰهُ اور پوچھیں گے مَا دِيْنُكَ تو کہے گا۔ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ اور جب پوچھیں گے۔ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ تو کہے گا۔ هُوَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ ورنہ تینوں سوالوں کے جواب میں ناعاقبت اندیش طبقہ کے افراد جن کو دین اسلام سے کوئی مس نہیں ہوگا۔ جو حق پرست علمائے کرام سے دین سیکھنے کی بجائے ان پر مذاق اڑاتے تھے۔ تینوں سوالوں کے جواب میں کہیں گے ہائے ہائے لَا اَدْرِیْ

ترجمہ اس کا یہ ہے۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تب قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ وما علینا الا البلاغ۔ اے ناعاقبت اندیش طبقہ کے مسلمانو۔ کیا تمہیں کہیں یہ خطرہ تو لاحق نہیں ہو رہا کہ حق پرست علمائے کرام کے پاس جائیں گے۔ تو دین سیکھنے پر کچھ ان کو ضرور دینا تو پڑے گا۔

نہیں نہیں

وہ اللہ تعالے کے خدا پرست بندے اللہ تعالے کا دین تمہیں مفت سکھائیں گے اور اس محنت اور جانفشانی کا اجر اللہ تعالے جل شانہ سے پائیں گے اللہ تعالے نے ایسے ہی حق پرست اللہ والوں کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ) الایہ (سورۃ الطلاق ع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ:- اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کی نجات کے لئے کوئی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔ اسی اعلان الٰہی کی بنا پر میں کہا کرتا ہوں کہ اے۔

دنیا دارو

کہ آپ اللہ تعالے سے رزق مِنْ حَيْثُ يَحْتَسِبُ کھاتے ہو اور اللہ والے مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کھاتے ہیں مثلاً ایک دکاندار کو معلوم ہے کہ میں نے لوگوں کو کام آنے والی چیزیں دس ہزار کی مالیت کی خرید کر دکان میں لاکر رکھ دی ہیں۔ ان چیزوں کے حاجتمند جب آئیں گے تو ایک روپیہ کی چیز پر دو آنے کا نفع تو ضرور دے ہی جائیں گے۔ اس لئے دس ہزار پر ماہوار مجھے سوڈیڑھ سو روپیہ نفع کا مل ہی جائیگا اور

اللہ والے

اپنا سارا وقت دین کی اشاعت تبلیغ پر محض اللہ تعالے کو راضی کرنے کے لیے صرف کرتے ہیں اور ضروریات دنیاوی کا ذمہ دار اللہ تعالے کو بناتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالی پر یقین ہوتا ہے کہ جب ہم اس کے کام میں مصروف ہوں گے تو وہ ضرور ہی ہمارا اور ہمارے بال بچوں کا خیال رکھے گا۔ اور کسی نہ کسی ذریعے سے ہمیں رزق پہنچائے گا۔

اعلان الٰہی ملاحظہ ہو

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ (سورۃ الطلاق ع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ:- اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے۔

دعا

اللہ تعالے نے جس طرح ہمارے اسلاف سے اشاعت اسلام کی خدمت اس طریقہ سے لی ہے۔ اسی طرح ہم سے بھی خدمت اسلام اسی طریقہ سے لے اور ہمارے اخلاف سے بھی لے۔ آمین۔

اشاعت قرآن مجید میں ضرورت حدیث

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بلند پایہ عالی مرتبت انسان کی کلام کو ہر شخص یکساں نہیں سمجھ سکتا۔ استعداد عالیہ والے تو سمجھ لیتے ہیں لیکن ناقص العقل بعض حصوں کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے ان سادہ لوحوں کو اس حصہ کلام کے سمجھنے کے لئے قابل تر ین آدمی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب قابل ترین انسانوں کی کلام کو سمجھنے والوں کی یہ حالت ہے تو خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی کلام پاک سننے والوں کا بطریق اولیٰ یہی حال ہوگا کہ مراد الٰہی کے سمجھنے کے لئے تمام انسان یکساں نہیں ہوں گے۔ اس لئے اللہ تعالے نے جو فہم سلیم انبیاء علیہم السلام بالخصوص سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا ہے۔ وہ اور کسی انسان کو نصیب نہیں ہو سکتا۔

لہذا

اللہ تعالے کی مراد سمجھنے کے لئے سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی کو بھی بعض موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر دستک دیئے بغیر چارۂ کار نہ ہوگا۔

کیونکہ

اللہ تعالے نے قرآن مجید میں خود فرمایا ہے:
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۔

ترجمہ:- "کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا"

یعنی اللہ تعالے کے ہر ارشاد کا مطلب سمجھنے کے لئے کسی دوسرے انسان کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ بلکہ خود بخود دل میں من جانب اللہ القا ہو جاتا ہے۔

لہذا اس القاء الٰہی

کو علمائے کرام حدیث شریف کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہذا علماء کرام اور ان کی برکت سے مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف بھی وحی الٰہی ہے۔ البتہ قرآن مجید کو حضرات علمائے کرام کی اصطلاح میں وحی جلی کہا جاتا ہے اور حدیث شریف کو وحی خفی۔ (یعنی یہ وحی جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ تو القاء نہیں ہوئی۔ البتہ اللہ تعالے نے خود آپ کے دل مبارک پر القاء فرمادی ہے۔ اس لئے۔

اہل السنۃ والجماعۃ

کے ہاں یہ دونوں قسم کی وحی واجب الاتباع ہے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یھدی مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صراط مستقیم۔

باقی صفحہ ۱۶

ضرورت حدیث کا انکار کرنیوالوں سے ایک سوال

اگر آپ اہل السنۃ والجماعۃ کے اجماعی فیصلہ کا انکار کرتے ہیں تو پھر میں آپ سے

ایک سوال

کرتا ہوں کہ حدیث کا انکار کرنے کے بعد قرآن شریف کے الفاظ سے اللہ تعالےٰ کی مُراد کا تعین کیسے ہو سکے گا۔ مثلاً قرآن مجید میں ارشاد اقیموا الصلوٰۃ کا تو ہے۔ لیکن نماز کس طرح ادا کی جائے۔ انکار حدیث کرنے والے احباب پھر اپنے خیال کے مطابق اس سوال کا جواب بتائیں گے۔ دوسرا گروہ منکرین حدیث کوئی اور تجویز کرے گا تیسرا گروہ کوئی اور صورت اختیار کریگا

پھر یہ فرمائیے

کہ پھر کس جماعت کو آپ حق پر کہیں گے۔

اب تو۔

اہل السنۃ والجماعۃ

کے ہاں نماز کی وہی صورت مراد الہٰی میں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر دکھائی ہے اور ہمیں اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ میرے حکم کی تعمیل اس طرح پر کریں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرکے دکھائی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (سورۃ الاحزاب ع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

لہٰذا

اہل السنۃ والجماعۃ کی نماز تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور آپ جو تجویز کریں گے اس سے مراد الہٰی کا کیا ثبوت ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ کا سوال ہے

اگر آپ اہل السنۃ والجماعۃ والی زکوٰۃ کے معنی نہیں مانتے تو پھر آپ کے تجویز کردہ معنی کا کیا ثبوت ہے کہ یہی مراد الہٰی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں تو یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے بیان پر مہر تصدیق لگائی ہے۔ کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (سورۃ النجم ع ۱ پ ۲۷)

ترجمہ۔ اور نہ وہ (پیغمبر) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے یہ تو وحی ہے جو اس پر آئی ہے۔

لہٰذا

ثابت ہوا کہ نماز اور روزہ وغیرہ احکام الہٰی کی جو تصویر آپ فرماتے ہیں وہ سب القاء الہٰی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

بقیہ:- آہ میں کس قدر مظلوم ہوں

اس کو مرجع زینت سمجھیں۔ اس کی آیات کو گھول گھول کر لوگوں کو پلا دیں۔ یا اس کو تعویذوں کی نظر کر دیں۔

جب خدا تعالےٰ ہم کو یہ تحفہ دے کر ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ ہم اس کے مطالب کو غور و فکر سے سمجھیں۔ اور اس پر عمل پیرا ہوں۔ تو پھر ہم کیوں اس تحفہ کا حق ادا نہیں کرتے۔ کیوں علماء ربانی کے در دولت پر جبہ سائی کرکے قرآن کریم کو پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ کیوں قرآن کریم کے دامنِ فیض سے مستفید ہونے کی کوشش نہیں کرتے اور کیوں اس کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش میں سرگرداں نظر نہیں آتے۔

اے ساکنانِ غفلت آبادِ ہستی! ہوش میں آؤ اور اپنے دعوائے اسلام پر از سرِ نو غور کرو۔ اسلام کی بنیادی کتاب محسنِ اعظم اور مالکِ کائنات کے نوشتۂ مبارک کے ساتھ اس قدر سنگین مذاق کرنے سے گریز کرو۔ خدا مجھ خاکسار کو اور دیگر تمام مدعیانِ اسلام کو اس کتاب کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

بقیہ:- سورۃ الصف

نتیجہ عرب پر غلبہ تھا پھر عراق اور شام پر عربی طاقت کی مدد سے غلبہ حاصل ہوا اس کے بعد عراقی طاقت سے ایران پر اور شامی طاقت سے رومی سلطنت پر غلبہ حاصل کیا گیا۔ خشت بر خشت انتقل غلبہ حاصل ہوگیا اسی طرح دنیا میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے یہ حزب اللہ کا آخری پروگرام ہے

بقیہ:- محاسبہ

تھے اور چالیس برس تک نہ سوئے تھے اور نہ آسمان کی طرف نگاہ کی تھی۔ ایک دفعہ کہیں آسمان کو دیکھ لیا بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ آپ رات میں کئی کئی دفعہ اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے کہ کہیں مسخ تو نہیں ہوگیا۔ اور جب کوئی بلا یا قحط خلقت پر نازل ہوتا تو کہتے۔ یہ سب میری شامت اعمال کا نتیجہ ہے اگر میں مر جاتا تو خلقت اس تکلیف سے چھوٹ جاتی۔

اس طرح کی بہت سی حکایتیں ہیں اب ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ وہ لوگ خوف الہٰی سے کس طرح ڈرا کرتے تھے اور تم کس درجہ بے خوف ہو۔ یا تو یہ بات ہے کہ ان کے گناہ بہت تھے اور تم گناہ نہیں کرتے یا یہ کہ انہیں معرفت زیادہ تھی اور تمہیں نہیں۔ وہ لوگ بصیرت و معرفت اور کثرت عبادت کے باوجود ہر وقت ہراساں رہتے تھے اور تم اپنی غفلت اور کثرت گناہ کے باوجود بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ زندگی گزار رہے ہو۔

یاد رکھو موت کا وقت مقرر ہے لیکن تمہیں اس کا علم نہیں ہے۔ وہ ایک نہ ایک دن، جلدی یا بدیر ضرور تمہیں آپکڑے گی اور تمہارا نام زندوں کی فہرست سے نکال کر مُردوں کی فہرست میں درج کر دیا جائے گا اور یہ زمین جس پر تم اکڑ اکڑ کر چلتے ہو تمہیں اپنے اندر سمیٹ لے گی اور تمہیں خدا کے سامنے پیش ہونا پڑے گا اور اپنے ایک قدم، ہر ہر قول و فعل اور اوقات زندگی کا حساب دینا پڑے گا۔ وہاں حسب و نسب کام نہیں آئے گا سب رشتے ختم ہو جائیں گے۔ جب تک سطح زمین پر چل رہے ہو موت کو فراموش نہ کرو اپنے ہر قول و فعل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھو جس کو منزل پر پہنچنے کا فکر ہوتا ہے وہ ساز و سامانِ سفر کی تیاری میں مصروف رہتا ہے اور سویا نہیں کرتا۔ اگر کبھی سو جائے تو جلدی اٹھ بیٹھتا ہے۔

سعادت و نحوست جو اس کی تقدیر میں ہے اس کے لئے لازم ہو رہی ہے اور وہ ضرور پیش آکر رہے گی۔ پھر قیامت کے دن یہی نیک و بد اعمال جو دنیا میں اس کے گلے کا ہار بنے ہوئے تھے، ایک کتاب کی صورت میں انسان کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ وہ خود پڑھ کر فیصلہ کر لے کہ جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی رہ تو نہیں گیا یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کر لے گا کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کم و کاست اس میں موجود ہے اس وقت ہر شخص اپنے تمام چھوٹے بڑے اعمال کو اصلی رنگ میں دیکھ کر بول اٹھے گا:۔ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (یہ کیسا اعمال نامہ ہے کہ اس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی مگر سب کو محفوظ کیا ہوا ہے)۔

اس وقت اپنے اعمال نامہ کو دیکھ کر شرمائے گا لیکن اس وقت کا شرمانا کسی کام نہ آئے گا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے مہلت دی تھی لیکن اس کو بے کار مشغلوں میں ضائع کر دیا اور سعادت ابدی حاصل نہ کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عقلمند وہی ہے جو اپنا حساب کرتا رہے اور وہ کام کرے جو موت کے بعد کام آئیں۔

انسان دن رات گناہوں میں مشغول رہتا ہے۔ یہ کبھی خیال بھی نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر چھوٹے بڑے فعل کو دیکھ رہا ہے اور اس کا ہر عمل اس کے اعمال نامے میں لکھا جا رہا ہے۔ اگر یہ سمجھ رہا ہے کہ خدا اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ کافر ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے اور پھر گناہ کرتا چلا جاتا ہے تو بڑا ہی دلیر اور بے شرم ہے اور اس کی نافرمانی کے نتائج سے کس قدر بے خوف ہے

ترجمہ:۔ اور اعمالنامہ رکھ دیا جائے گا پھر تو مجرموں کو دیکھے گا اس چیز سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہے اور کہیں گے: افسوس ہم پر! یہ کیسا اعمال نامہ ہے کہ اس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی مگر سب کو محفوظ کیا ہوا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب کچھ موجود پائینگے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

قیامت کے دن اعمالنامہ ہر ایک کے ہاتھ میں دے دیا جائیگا۔ اس میں اپنے گناہوں کی فہرست دیکھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھئے آج کیا سزا ملتی ہے۔ ذرہ ذرہ عمل آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور ہر ایک چھوٹی بڑی نیکی بدی اعمال نامہ میں مندرج پائیں گے۔ ان کی بداعمالی سرچشمۂ مصائب بن جائے گی۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کی جزاو سزا ملے گی۔ جو بویا تھا وہ کاٹنا پڑے گا۔

(۲) يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝

(پارہ ۲۹ سورہ الحاقۃ۔ آیت ۱۸-۲۳)

ترجمہ:۔ اس دن تم پیش کئے جاؤ گے۔ تمہارا کوئی راز مخفی نہ رہے گا جس کو اس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ کہے گا۔ لو میرا اعمال نامہ پڑھو بے شک میں سمجھتا تھا کہ میں اپنا حساب دیکھوں گا سو وہ دل پسند عیش میں ہو گا بلند بہشت میں جس کے میوے جھکے ہوں گے۔

قیامت کے دن سب لوگ اللہ کی عدالت میں حاضر کئے جائیں گے اور کسی کو کوئی نیکی یا بدی مخفی نہ رہے گی سب منظر عام پر آجائیں گی۔ اس دن جس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا

کسی کام نہ آئی۔ فرشتے ان کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝ پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۴۷

ترجمہ:۔ اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو قائم کریں گے پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہو گا تو اسے بھی ہم لے آئیں گے اور ہم ہی حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔

یعنی رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہو گا تو وہ بھی میزان میں تلے گا ادھر ادھر ضائع نہ ہو گا۔ نہ کسی پر ظلم و زیادتی ہو گی۔ رتی رتی کا حساب برابر کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حساب آخری اور فیصلہ کن ہو گا جس کے بعد کوئی دوسرا حساب نہ ہو گا۔ غرضیکہ ہر کوئی اپنے کئے کا پورا بدلہ پالے گا اور کسی کی حق تلفی نہ ہو گی ہر ایک کو اس کے ہاتھوں کی کمائی کا پورا بدلہ ملیگا۔

جب یہ یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور علیم و خبیر ہے۔ ہماری ہر حالت کو دیکھتا ہے۔ ہمارے ہر قول و فعل سے باخبر ہے اور ہمارے چھوٹے بڑے اعمال اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے لکھتے رہتے ہیں پھر قیامت کے دن اس احکم الحاکمین کے دربار میں یہ روزنامچہ ہمارے ہاتھ میں دے دیا جائے گا اور انہی اعمال کی بنا پر ہمیں جزا و سزا دی جائے گی تو کس قدر قابل رحم و افسوس ہے حالت اس شخص کی جو اس یقین کے ہوتے ہوئے پھر لذات و شہوات دنیا میں مشغول ہو کر آخرت کو بھول جائے اور اس چندروزہ زندگی میں دار آخرت کے لئے اعمال حسنہ کی پونجی تیار نہ کرے

علی ابن حسین رضؓ جب منہ دھوتے تھے تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ لوگ سبب پوچھتے

نقد و نظر

(بخاری)

کتاب بغیۃ الکامل شرح محصول وحاصل للجامیؒ۔

صفحات ۲۰۰۔ قیمت تین روپے ۲۷ روپے

اشاعت کنندہ۔ ادارۂ تصنیف وادب مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر۔

مصنف:۔ استاذ الفقہ والادب والمعقول والمنقول والریاضی مولانا محمد موسیٰ صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔

یہ کتاب علم نحو میں ایک شاہکار کا اضافہ ہے اس دیکھنے سے بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ کم ترک الاول للآخر۔ وہ تحقیقات جن سے آج تک کتابیں خالی تھیں۔ اور آج سے پہلے ان نکات نے دلوں کے دروازوں پر دستک نہیں دی تھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ ادارۂ تصنیف وادب کا کہنا ہے۔ کہ چھ سات سال سے کوئٹہ بلوچستان۔ قندھار۔ سندھ۔ بہاولپور۔ پشاور۔ ملتان کے مدرسین وطلبہ کی مسلسل فرمائشوں سے یہ کتاب اب زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔

بغیۃ الکامل کے مطالعہ اور علماء کی تقریظوں سے اس کی شان کا پتہ چل سکتا ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب غزنوی ثم ویری صاحب التعلیقات علی الجامی اس کتاب کی تقریظ میں لکھتے ہیں۔ اگر جامی اور سید سند اس کتاب کو دیکھتے تو مصنف سے کہتے آپ سے پہلے ہمارا مقصد کسی نے نہیں سمجھا۔ اور سیبویہ دیکھتا تو کہتا۔ آپ علم نحو کے محقق ہو۔ مبرد دیکھتا تو کہتا۔ آپ نے میرے سینہ کے پوشیدہ علوم اور علوم کے اسرار حاصل کئے ہیں۔ ابن ہشام دیکھتا تو کہتا۔ آپ علمائے زمانہ پر فائق ہو گئے ہو۔ امام رازی دیکھتا تو کہتا۔ آپ معقول منقول کے امام ہو۔ تیرہ سو سال کی تاریخ میں بغیۃ الکامل کی نظیر اس فن میں نہیں۔ ہمارا خیال تھا۔ کہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے بعد اس قسم کی تحقیقات کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ مگر بغیۃ الکامل کے دیکھنے سے معلوم ہوا۔ کہ یہ دروازہ صرف اس کے مصنف ہی پر اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ہے۔

مولانا علامہ شمس الحق افغانی سابق مدرس دار العلوم دیوبند وسابق وزیر معارف قلات اس کتاب کی تقریظ میں لکھتے ہیں۔ بغیۃ الکامل اپنے موضوع میں انسانی ذہن کے حد آخرین اور تحقیق وتدقیق میں بنی آدم کی جدوجہد کا آخری حرف ہے۔ مولانا غلام رسول صاحب پونٹوی لکھتے ہیں۔ کہ بغیۃ الکامل الجامی تحقیقات و کشفی نکات کا مجموعہ ہے۔

کتاب و طباعت اچھی ہے قیمت تین روپے ۲۷ پیسے بغیۃ الکامل کا ہر عالم و مدرس اور طالب علم کے پاس موجود ہونا اشد ضروری ہے (ادارہ)

نام کتاب:۔ فسون وحکمت

از:۔ سید امین گیلانی

ناشر:۔ مکتبہ رشیدیہ غلہ منڈی منٹگمری

صفحات ۱۸۰ قیمت ۲ روپیہ پچاس پیسہ

سید امین گیلانی صاحب کا دوسرا مجموعہ کلام مکتبہ رشیدیہ منٹگمری نے شائع کیا ہے ہمارے ہاں نئے شعراء کی پود نے صرف غزل ہی کو اپنایا ہے غالباً اس لئے کہ اس صنف شاعری میں تسلسل اور ربط کی پابندی نہیں۔ سید امین کا رنگ بھی رنگ تغزل ہے لیکن امین کہنہ مشق ہیں۔ انہوں نے حفیظ ہوشیار پوری اور دانش کی خوشہ چینی کی ہے۔ احسان دانش کے تلمذ نے ان کے کلام میں کسک پیدا کر دی ہے۔ مثلاً ؎

کسی نے بھی میرے آنسو نہ پوچھے
میں چپ ہو گیا دفعتاً مسکرا کے

یا پھر ؎

بڑے ہی خطرناک تھے حادثے
مگر زندگی کا پتہ دے گئے

کلام میں سنجیدگی اور نکھار ہے بعض جگہ برجستہ کہ گئے۔ صاحب ذوق یقیناً امین کے کلام سے محظوظ ہوں گے۔ کتاب کی طباعت اور کتابت مناسب ہے۔ البتہ کاغذ معمولی ہے۔ تاہم قیمت زیادہ نہیں معلوم ہوتی۔

بقیہ:۔ بچوں کا صفحہ

اور ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ اگر خدا کی ذات وصفات کی حقیقت کا ادراک ہو جائے تو گویا عقل نے اس کو گھیر لیا اور خدا کو کوئی چیز نہیں گھیر سکتی۔ ہاں آخرت میں نیک بندوں کو خدا کا دیدار ہو گا۔

کیونکر ہو گا۔ اور کس طرح ہو گا۔ اس کے سمجھنے اور بیان کرنے سے بھی عقل انسانی عاجز ہے

۷۔ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں یعنی جو نام شارع نے تبلا دیئے ہیں انہیں ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیئے ان کے علاوہ کسی اور نام سے (جیسے نراین پا پرمیشر وغیرہ) اس کو پکارنا درست نہیں۔ نیز اردو زبان میں یا کسی زبان میں اس کے ناموں کا ترجمہ کرنا جن کا پورا مفہوم اس زبان میں نہیں ادا ہو سکتا، بلکہ کوئی پہلو نقص کا نکلتا ہے درست نہیں قدیم کا ترجمہ اردو میں پرانا یا فارسی میں کہنہ، ہاں جن ناموں کا ترجمہ دوسری زبانوں میں بلا نقص ہو سکتا ہے اس میں مضائقہ نہیں مثلاً مالک کا ترجمہ فارسی میں خدا یا خداوند۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ

ترجمہ۔ ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ ہے اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ۔

بقیہ:۔ حدیثوں کا صفحہ

پر رہو گے تو تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا"۔ یقین رکھو کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے "جب لوگ برائی کو دیکھیں اور بدلنے کی کوشش نہ کریں تو خدا تعالیٰ ان کو جلد از جلد عذاب میں مبتلا کریگا۔

ایجنٹ حضرات سے

بعض ایجنٹ حضرات نے تا حال اپنی واجب الادا رقوم کی ادائیگی نہیں کی۔ ان صاحبان کے پاس ہمارا نمائندہ عنقریب آ رہا ہے ازراہ کرم بقایا رقوم کی ادائیگی فی الفور کی جائے تاکہ نہ تو ترسیل بنڈل بند ہو اور نہ ذاتی طور پر رقوم وصول کرنے میں ادارہ کا پیسہ اور وقت ضائع ہو۔ (ادارہ)

حسن ابدال میں جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس

مورخہ ۷، ۸ جولائی ۱۹۶۴ء بروز منگل وبدھ حسن ابدال میں زیر سرپرستی بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتی ایک عظیم الشان کانفرنس ہو گی جس میں مندرجہ ذیل اکابر علماء شریک ہوں گے۔

۱۔ حافظ الحدیث والقرآن الحاج مولانا محمد عبداللہ صاحب
۲۔ حضرت مولانا الحاج عبید اللہ صاحب انور
۳۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب
۴۔ حضرت مولانا غلام غوث صاحب
۵۔ حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب
۶۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب
۷۔ حضرت مولانا نیاز احمد شاہ صاحب
۸۔ جناب مرزا غلام نبی صاحب جانباز

الداعی:۔ شعبہ تبلیغ اہلسنت، جمعیۃ علماء اسلام، حسن ابدال ضلع کیمبل پور

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور ایڈیٹر پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

بچوں کا صفحہ

عقیدۂ توحید

ہمارا ایمان ہے کہ سارے جہان کی پیدا کرنے والی ایک پاک ہستی ہے۔ جس کا مبارک نام اللہ ہے اس کے متعلق ہمارے عقیدے یہ ہیں۔

ع۱ وہ ایک ہے نہ ذات میں کوئی اس کا مثل و مانند ہے نہ صفات میں، پوجنے کے لائق وہی ایک اکیلا ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو پوجنا بڑی بغاوت ہے، جس کو شریعت مقدسہ شرک کہتی ہے۔

ف۔ پوجنا عربی کے لفظ عبادت کا ترجمہ ہے اور عبادت کے معنی لغت عرب میں کسی کے سامنے اپنی عاجزی اور ذلت کا اظہار کرنا (کشاف مع حاشیہ میر سید شریفؒ) پس مطلب یہ ہوا کہ عاجزی و ذلت کا اظہار فقط ایک اللہ کے سامنے کرنا چاہیئے کسی اور کے سامنے کرنا جائز نہیں۔

ع۲ وہ اللہ حیؔ ہے یعنی صفت حیات اس کو حاصل ہے۔ قدیر ہے یعنی جو کچھ وہ چاہے اس پر اس کو قدرت ہے مُرِید ہے یعنی ارادہ کی صفت اس کو حاصل ہے عَلِیم ہے یعنی صفت علم اس کے لئے ثابت ہے کوئی چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کوئی ظاہر سے ظاہر اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز اس کے علم سے باہر نہیں وہ سب کچھ جانتا ہے سَمِیع ہے یعنی سننے کا وصف اس کو حاصل ہے ہر آواز اور ہر پکار کو سنتا ہے مچھر سے بھی چھوٹے جانور کے پر کی آواز سنتا ہے۔ بَصِیر ہے یعنی دیکھنے کی صفت اس کے لئے ثابت ہے ہر چیز کو ہر حالت اور ہر وقت میں دیکھتا ہے کوئی چیز اس کے دیکھنے سے چھپ نہیں سکتی مُتَکَلِّم ہے یعنی کلام کرنے کا وصف اس کو حاصل ہے جس سے چاہتا ہے بات کرتا ہے جس کام کو چاہتا ہے حکم دیتا ہے جس کام سے چاہتا ہے منع کرتا ہے خَالِق ہے یعنی چیزوں کو نیست سے ہست کرنے کی صفت اس کے لئے ثابت ہے۔

ان صفات کے علاوہ اور تمام صفات کمال کی اس کو حاصل ہیں جن کی گنتی نہیں ہو سکتی۔

ع۳ اللہ تعالیٰ کی صفتیں اس کی ذات کی طرح قدیم ہیں اس کی ذات ازلی و ابدی ہے اور اس کی ذات کے لئے صفات کمال بھی ہمیشہ سے حاصل ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

ف قرآن مجید چونکہ اللہ کا کلام ہے اور کلام اللہ کی صفت ہے اس لئے اہل حق اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ وہ قدیم ہے غیر مخلوق ہے ہم قرآن مجید کے نقوش کو جو لکھنے والے لکھتے ہیں نیز ان الفاظ کو جو ہماری زبان سے ادا ہوتے ہیں قدیم نہیں کہتے بلکہ وہ خدا کا کلام ہے جس پر ہمارے الفاظ دلالت کرتے ہیں اس کو ہم قدیم کہتے ہیں۔

ع۴ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا مملوک ومخلوق ہے۔ اچھی اور بری ہر قسم کی چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں زہر اور تریاق شر اور خیر سب کا خالق وہی ہے ہمارے اعمال نیک وبد سب اسی کے پیدا کئے ہوتے ہیں ان اعمال کے کسب کرنے والے البتہ ہم ہیں۔

ع۵ اس کے ملک میں جو سارے جہانوں کو شامل ہے اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔ ایک پتی بھی اس کی مشیت کے بغیر نہیں ہل سکتی۔

نظام عالم جو تم دیکھ رہے ہو اس کی یہ مثال نہیں ہے کہ جیسے کسی گھڑی میں کوک بھر دی گئی کہ جبتک وہ کوک بھری ہے گھڑی کی سوئیاں چل رہی ہیں کوک بھرنے والے کے ارادہ کو اب کچھ دخل نہیں بلکہ نظام عالم کی یہ مثال ہے کہ کوئی شخص گھڑی کی سوئیاں کو اپنی انگلی سے چلائے جبتک انگلی سوئی کو حرکت دے رہی ہے سوئی چل رہی ہے انگلی ہٹ جائے تو سوئی کی حرکت موقوف اللہ کی مشیت نظام عالم کو اسی طرح چلا رہی ہے

ف اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ بندے اپنے افعال میں نہ تو پورے طور پر با اختیار ہیں کہ خدا کی مشیت کی تنقیص ہو اور نہ مجبور محض ہیں کہ جزاء وسزا کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔ بلکہ اختیار وجبر کے درمیان کی کوئی حالت ہے جس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی۔

ع۶ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے ان کو رزق دیتا ہے۔ اولاد دیتا ہے ان کی دعائیں قبول کرتا ہے ان کی مدد کرتا ہے اپنے فرمانبردار بندوں سے محبت کرتا ہے ان کو اپنی نزدیکی بخشتا ہے۔

ع۷ اللہ تعالیٰ کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں۔ جسم اور جسمانی چیزوں سے پاک اور بری ہے۔ اس کے لئے کوئی مکان نہیں۔ کھانے پینے، صحت و مرض خوشی اور غم بڑھاپے اور جوانی سے بری ہے نہ کسی چیز سے اس کو اتصال ہے نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے نہ اس میں کوئی چیز حلول کرتی ہے۔ نہ اس کے اولاد ہے، نہ بی بی نہ وہ کسی کی اولاد ہے کوئی چیز اس پر واجب نہیں جو لا محالہ کرے اور جو چاہے حکم دے۔ غرضکہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے اس کی ذات پاک ہے اور سب کمالات اس کو حاصل ہیں۔

ع۸ اللہ تعالیٰ نے اپنے خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے بڑے بڑے عہدہ داروں کو اختیارات دیکر کاموں پر مقرر کر دیتے ہیں اور وہ عہدہ دار اپنے ان عطائی اختیارات سے اپنا کام کرتے ہیں بادشاہ کے ارادے اور مشیت کو ان کاموں میں کچھ دخل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے اس نے اپنے بندوں کو کاموں پر مقرر کیا مثلاً ملک الموت کو قبض روح پر مگر وہ بغیر حکم اور مشیت کے قبض روح نہیں کر سکتے اور نہ روح قبض ہو سکتی ہے انبیاء علیہم السلام کو ہدایت کے کام پر مقرر کیا مگر یہ بھی فرمایا۔ اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یعنی اے نبی آپ جس کو چاہیں اس کا ہدایت پانا ضروری نہیں البتہ ہم جس کو چاہیں اس کو ہدایت ملنا ضروری ہے خلاصہ یہ کہ ہر کام اللہ کے اختیار میں ہے وہی فائدہ پہنچانے والا ہے اور وہی نقصان دینے والا ہے۔

ف علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ توحید کا بڑا شعبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو فاعل با اختیار نہ سمجھے اور کسی سے نفع پہنچنے کی امید نہ رکھے اور کسی سے نقصان پہنچنے کا خوف نہ کرے حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش
چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد ز کس
ہمیں ست بنیاد توحید و بس

ع۹ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی ؎

نہ ادراک در کنہ، ذاتش رسد + نہ فکرت بغور صفاتش رسد

باقی بر صفحہ ۱۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۴۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

داخلہ جامعہ اسلامیہ، بہاولپور

(محکمہ اوقاف، حکومت مغربی پاکستان)

جامعہ میں حسب ذیل درجوں میں امتحان اور انٹرویو کے بعد داخلے ہوں گے۔

۱۔ ششم تا دہم و درجۃ الاجازہ سال اول (مماثل انٹرمیڈیٹ سال اول)

۲۔ درجۃ الاجازہ سال سوم (مماثل بی۔اے سال اول)

۳۔ درجۃ التخصص سال اول (مماثل ایم۔اے سال اول)، مضامین تفسیر وحدیث، فقہ عربی ادب، تاریخ اسلام، تصوف و اخلاق اردو و فارسی۔

داخلہ کے امیدوار حضرات فارم داخلہ اور کوائف جامعہ کے دفتر کے حاصل کر سکتے ہیں۔

تمام عرضیاں جامعہ کے فارم پر دفتر ہذا میں ۳۱ جولائی تک پہنچ جانا چاہیں۔ ۳۱ جولائی تک امیدواروں کو تاریخ امتحان اور انٹرویو کی تاریخ سے مطلع کیا جائے گا۔

ذی استعداد کو مناسب وظائف دیئے جائیں گے۔

درجۃ الاجازہ سال سوم کو ۲۵ تا ۵۰ اور درجۃ التخصص کو ۵۰ تا ۱۰۰ روپیہ وظائف دیئے جائیں گے۔ درجۃ الاجازہ سال اول تا درجہ ششم کے ۱۰۰ ذی استعداد طلبہ کے لئے، طعام و قیام کی مراعات حاصل ہوں گی۔

خود کفیل طلبہ کا اوسط خرچ تقریباً ۳۰ روپیہ ماہوار ہوگا۔

(ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی)
رئیس الجامعہ۔ جامعہ اسلامیہ۔ بہاولپور۔